Scanned with CamScanner

﴿القواعد الاخصرية للفرائض الاكثرية﴾

مختصر

تالیف

فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی قدس سرہ

ترتیب وتدوین

مولانا خلیل احمد تھانوی مدظلہم

ناشر

ادارہ اشرف التحقیق والبحوث الاسلامیہ

جامعہ دار العلوم الاسلامیہ ۲۹۱۔ کامران بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور

﴿عرضِ مرتب﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ رب العلمین والعاقبة للمتقین والصلوٰة والسلام علی سیدالانبیاء والمرسلین وعلی آلہ وصحابہ اجمعین۔

حضرت اقدس مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی قدس سرہ نے ۱۳۶۰ھ میں فتاوی نویسی کا آغاز حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی نوراللہ مرقدہ کی زیرسرپرستی کیا۔ اور ۱۴۱۵ھ تک آپ اس منصب جلیل پر فائز رہے۔ آپ نے ہزاروں فتاوی تحریر فرمائے۔ فتاوی نویسی میں آپ کا ایک ممتاز مقام تھا علماء اور مفتیانِ کرام آپ کے فتاوی پر اعتماد فرماتے تھے۔ فتاوی نویسی میں آپ کی مجتہدانہ شان تھی۔ میراث کے مسائل لکھنے میں بھی آپ کو خاص ملکہ حاصل تھا۔ حصص کو بہت آسانی اور سہولت سے نکال کر لکھدیا کرتے تھے۔ آپ نے حصص نکالنے کے لئے خود کچھ قواعد وضع کئے ہوئے تھے جن کی وجہ سے میراث کے حصوں کا معلوم کرنا بہت آسان تھا۔ جامعہ اشرفیہ میں چونکہ نقل فتاوی کا اہتمام نہیں تھا اس لئے جہاں آپ کے ہزاروں فتاوی ضائع ہوئے وہاں آپ کی اس قسم کی مجتہدانہ کاوشیں بھی ضائع ہوگئیں۔ احقر نے بھی حضرت سے کئی مرتبہ زبانی ایک دو قاعدے ایسے سنے ہوئے تھے کہ جس کی مدد سے حصص کا معلوم کرنا بہت آسان تھا۔ لیکن وہ کسی جگہ محفوظ نہ تھے۔

غالبًا حضرت نے اپنی عمر کے آخری ایام میں ان قواعد کو ایک مختصر رسالے کی شکل میں لکھنے کا ارادہ فرمایا اور اس رسالے کا نام ''القواعد الاخصریہ للفرائض الاکثریہ''

رکھا۔ لیکن صرف چند قواعد ہی لکھ پائے کہ حضرت کا وصال ہوگیا۔ اگر یہ رسالہ مکمل ہوجاتا تو اپنی نظیر آپ ہوتا۔ اور نوآموز مفتیوں کے لئے انتہائی مفید۔

حضرت نے قواعد چند کاغذات پر لکھ کر اپنی کتابوں میں کسی جگہ رکھدیئے اور بھول گئے احقر نے جب حضرت کے ان فتاوی پر کام شروع کیا جو آپ نے ۱۳۶۰ھ سے ۱۳۶۳ھ تک حضرت تھانوی کی زیر نگرانی لکھے تھے تو آپ کے ہاتھ کے لکھے ہوئے کاغذات احقر کو ملے جن جس میں یہ چند قواعد درج تھے۔ جس کے آخر میں آپ نے یہ بھی لکھا ہوا تھا کہ ان قواعد کو نقل کرنے سے پہلے ذوی الفروض کی تعریف و تقسیم اور حصص کی مقداریں لکھی جائیں۔ آخر عمر میں چونکہ لکھتے ہوئے ہاتھ ہل جاتا تھا اور نظر بھی کمزور ہوگئی تھی اس لئے بعض جگہ حروف چھوٹ گئے اور بعض جگہ سطور ایک دوسرے پر چڑھی ہوئی تھیں۔ احقر نے بمشکل ان قواعد کو پڑھ کر نقل کیا اور حضرت مولانا مشرف علی صاحب تھانوی شیخ الحدیث جامعہ دارالعلوم الاسلامیہ کو دکھایا تو آپ نے فرمایا کہ اگر حضرت کی خواہش کے مطابق تم ذوی الفروض کی تعریف و تقسیم اور حصص کی مقداریں مختصر انداز میں تحریر کردو اور یہ قواعد اس کے بعد لکھدیئے جائیں تو ان کو ایک رسالہ کی شکل میں شائع کردیا جائے مالا یدرك كله لا يترك كله کے بمصداق حضرت نے جتنا لکھا ہے اس سے تو اہل علم مستفید ہوسکیں اور پھر شاید کوئی مفتی ان قواعد کو دیکھ کر کچھ اور ایسے ہی کلیات منضبط کردیئے تو لوگوں کے لئے مفید ثابت ہوں۔

چنانچہ میں نے اختصار کے ساتھ ابتداءً ذوی الفروض کے حصص اور ان کی تعریفات کو درج کیا۔ اور اس کے بعد حضرت کے تحریر فرمودہ قواعد اور مثالوں کو ذکر

کیا۔ کہیں کہیں اگر بات سمجھ میں نہ آرہی ہو تو وضاحت کے عنوان سے اس کی تسہیل کرنے کی بھی کوشش کی ہے اور بعض مثالیں خود اپنی طرف سے بھی لکھی ہیں، لیکن ہر اس عبارت اور مثال کے بعد جو میں نے لکھی ہے (۱۲ خ) کی علامت لکھدی ہے۔

میں نے یہ رسالہ برادر مکرم استاذ محترم حضرت مولانا مشرف علی صاحب تھانوی دامت برکاتہم شیخ الحدیث جامعہ دار العلوم الاسلامیہ لاہور کی خدمت میں پیش کیا آپ نے پورے رسالہ کو از اول تا آخر دیکھنے کے بعد مفید مشوروں سے نوازا جن کے مطابق اس کی اصلاح کی گئی آپ نے فرمایا کہ رسالہ کا تعلق چونکہ میراث سے ہے اس لئے کم از کم ایک دو مفتیوں کو بھی دکھالیا جائے چنانچہ آپ کے حکم سے یہ رسالہ اپنے استاذ محترم حضرت مولانا مفتی محمود اشرف صاحب عثمانی دامت برکاتہم اور برادر مکرم مفتی سید عبد القدوس ترمذی مدظلہ کو ملاحظہ کے لئے ارسال کیا میں ان دونوں حضرات کا انتہائی شکر گذار ہوں کہ انہوں نے اپنی مصروفیات کے باوجود اس کو مکمل طور پر پڑھا اور مفید مشوروں سے نوازا ان کے نشاندہی کردہ مقامات پر ترمیم بھی کردی گئی ہے۔ رسالہ کے شروع میں ان حضرات کے خطوط بھی بعنوان تقریظ شائع کئے جارہے ہیں۔ نیز برادر محترم شیخ الحدیث مولانا مشرف علی تھانوی مدظلہم نے بھی اس رسالہ کے متعلق چند کلمات بابرکات تحریر فرمائے ہیں جو اس رسالہ کی ابتداء میں تبرکًا شامل کردیئے گئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ میری اسی کاوش کو قبول فرمائے، حضرت کے لئے اس کو بلندیِ درجات اور احقر کے لئے ذخیرہ آخرت بنائے آمین۔

(خلیل احمد تھانوی)

فہرست مضامین

فہرست مضامین

فہرست مضامین

کلمات بابرکات

شیخ الحدیث حضرت مولانا مشرف علی تھانوی دامت برکاتہم العالیہ
مہتمم جامعہ دارالعلوم الاسلامیہ۔ لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ، وقت کے جلیل القدر مفتی اعظم کی حیثیت سے کم و بیش پچاس سال خدمات انجام دیتے رہے۔ والد صاحب کا انداز انتہائی تحقیقی اور مدلل ہوتا تھا۔ وہ اپنے مسلک و مشرب میں نہایت مضبوط تھے لیکن اس کے ساتھ ان کی کوشش یہ رہتی کہ مسائل کو عام فہم اور سہل العمل انداز میں پیش کیا جائے۔ علم میراث ''نصف العلم'' کہلاتا ہے، اس کی صورتیں عام طور پر مشکل ہوتی ہیں، جن میں مفتی حضرات کو بھی سہام نکالنے اور ورثاء پر ان کو منطبق کرنے میں بعض مرتبہ خاصی مشکلات پیش آتی ہیں۔ اس لئے والد صاحب قدس سرہ نے عام پیش آنے والی صورتوں کے لئے آسان ترین قواعد مرتب فرما رکھے تھے، جن کو سمجھنے کے بعد مفتی حضرات کے لئے حصے نکالنا کوئی مشکل نہیں رہتا۔ برادر عزیز مولوی خلیل احمد سلمہٗ نے ان قواعد کو مرتب کیا، بعض جگہ مزید تسہیل کی، اور قواعد سے پہلے ورثاء کی قسمیں اور حصص نکالنے کے طریقے آسان انداز میں لکھ کر رسالہ کی افادیت کو دوچند کر دیا۔ اللہ تعالیٰ برادر عزیز کی مساعی جمیلہ کو قبول فرمائیں، اور والد صاحب کے فیوض کی قبولیت میں شریک فرمائیں۔ امین

مشرف علی تھانوی

۲۳ ربیع الاول ۱۴۲۴ھ

﴿تقریظ﴾

استاذ مکرّم ومحترم حضرت مولانا مفتی محمود اشرف صاحب عثمانی دامت برکاتہم
(استاذ الحدیث ومفتی دار العلوم کراچی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عزیز القدر برادرم مولانا خلیل احمد تھانوی صاحب زاد اللہ مکارمکم ومدارجکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا محبت نامہ رسالہ کے ہمراہ ڈیڑھ ماہ قبل موصول ہوا تھا۔ تاخیر سے جواب دینے پر معذرت خواہ ہوں۔ احقر نے کمپوز شدہ رسالہ پورا دیکھ لیا ہے۔ بہت خوشی ہوئی کہ آپ نے حضرت رحمہ اللہ کے متروکات وتبرکات کی قدر کی اور عمومی فائدہ کے لئے انہیں آسان سے آسان تر بنا دیا جزاکم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء من عندہ۔

۱۔ رسالہ شروع سے آخر تک دیکھا کہیں کہیں کچھ ترمیم یا ایک دو لفظ کے اضافہ کی ضرورت محسوس کی تو پنسل سے اسے تحریر کر دیا ہے۔ کمپوزنگ کی جو غلطی نظر آئی وہ بھی ٹھیک کر کے حاشیہ میں درج کر دی ہے۔

۲۔ حضرت قدس سرّہ کے اصل عربی نام کے ساتھ آپ کا طے کردہ مختصر نام ”قواعد میراث“ یا ”چند قواعد میراث“ مناسب ہے۔

۳۔ آپ نے قواعد سے پہلے ورثاء اور انکے حصص کی جو تفصیل تحریر کی ہے ماشاء اللہ وہ بھی درست ہے۔

اللہ تعالیٰ آپ کی جملہ کاوشوں کو قبول فرمائیں اور انہیں حضرت قدس سرّہ اور آپ کے لئے صدقۂ جاریہ بنا دیں۔ آمین

والسلام

احقر محمود اشرف غفر اللہ لہ

تقریظ

حضرت مولانا مفتی سید عبدالقدوس صاحب ترمذی مدظلہم
(مہتمم جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا)

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

نحمدہ و نصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

امابعد!

احقر نے رسالہ ''مختصر مفیدہ قواعدِ میراث'' پڑھنے کی سعادت حاصل کی فقیہ امت حضرت اقدس مولانا مفتی جمیل احمد تھانویں قدس سرہ نے میراث کے کثیر الاستعمال مسائل کے لئے جو زریں قواعد تحریر فرمائے ہیں وہ یقیناً نہایت نافع اور مفید ہیں ان کے ذریعہ وارثت کے حصے نکالنے میں بڑی سہولت پیدا ہوگئی ہے امید ہے کہ اہل علم ان کی قدر کریں گے۔

برادرم محترم جناب مولانا قاری خلیل احمد تھانوی مدظلہم نے ان قواعد کی مزید تسہیل وتوضیح کے ساتھ ان سے قبل نہایت آسان انداز میں شرعی ورثاء کے احوال وحصص بھی بیان فرمادیئے ہیں جس سے اس رسالہ کا نفع دوچند ہوگیا ہے۔ والحمد للّٰہ علی ذالك و جزی اللہ تعالیٰ المؤلف العلام رحمہ اللہ وابنہ الفاضل خیر الجزاء ورزقهما عیشة مرضیة و عاقبة حسنة

حق تعالیٰ اس محنت کو قبول فرمائیں اور رسالہ ھذا کے نفع کو عام وتام فرمائیں۔ آمین۔

احقر سید عبدالقدوس ترمذی غفرلہ والوالدیہ۔

جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا

۳۰ ذوالحج سنہ ۱۴۲۳ھ

مختصر حالاتِ مصنف رحمہ اللہ

فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی قدس سرہ ۱۰ شوال ۱۳۲۲ھ بمطابق ۱۹ دسمبر ۱۹۰۳ء کو تھانہ بھون میں پیدا ہوئے۔ آپ نسباً فاروقی، مسلکاً حنفی اور مشرباً تھانوی تھے۔ جبکہ آپ کا سلسلہ نسب امیر المؤمنین حضرت عمر ابن الخطابؓ سے جا ملتا ہے۔
آپ کی والدہ محترمہ کا تعلق راجوپور ضلع سہارنپور کے ہاشمی خاندان سے تھا۔ آپ کے والد گرامی مولانا سعید احمد تھانوی ملازمت کے سلسلہ میں علی گڑھ رہتے تھے۔ آپ نے قرآن پاک کی ناظرہ تعلیم اپنی ننہال راجوپور میں حاصل کی۔ بچپن ہی میں آپ اپنے والد اور والدہ کے ہمراہ علی گڑھ تشریف لے گئے۔ جہاں آپ کو ایک انگریزی سکول میں داخل کر دیا گیا۔ جارج پنجم کی تخت نشینی کے موقع پر آپ کو سکول کی طرف سے ایک تمغہ بھی دیا گیا۔
آپ کے والد صاحب چونکہ علی گڑھ کالج میں ملازم تھے اس لئے آپ کو انگریزی کی اعلیٰ تعلیم دلانا چاہتے تھے لیکن مفتی صاحب کا رجحان بچپن ہی سے دینی تعلیم کی طرف تھا۔ اس لئے آپ کے والد صاحب نے ۱۳۳۲ھ میں آپ کو حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانویؒ کے مدرسہ خانقاہ امدادیہ اشرفیہ میں داخل کرا دیا۔ یہاں آپ نے فارسی کتب تیسر المبتدی سے یوسف زلیخا تک اور عربی کتب میزان الصرف سے ہدایۃ النحو تک پڑھیں، آپ کی ابتدائی کتب کے استاد مولانا عبداللہ گنگوہیؒ تھے۔ اس کے بعد مولانا اشفاق الرحمٰن صاحب کے مدرسہ جلال آباد ضلع مظفر نگر میں داخل ہوئے جہاں شرح جامی کی جماعت میں آپ کو داخل کیا گیا۔

ابھی مفتی صاحب کی عمر تیرہ سال تھی کہ آپ کے والد گرامی کا انتقال ہو گیا، حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری سے مفتی صاحب کی عزیز داری تھی وہ آپ کی والدہ صاحبہ کے پاس تعزیت کے لئے تشریف لائے، اور مفتی صاحب کو تعلیم کے لئے سہارنپور کے مدرسہ مظاہر علوم میں داخل کرانے کو فرما گئے۔

۲۰ ربیع الثانی ۱۳۳۶ھ میں آپ مظاہر علوم میں داخل ہوئے' کافیہ' کبیری' نورالایضاح کے اسباق آپ کے لئے تجویز ہوئے' آپ نے خوب دل لگا کر تعلیم حاصل کی ہر سال آپ کلاس میں اعلیٰ نمبروں سے کامیاب ہوتے رہے۔ حتی کہ ۱۳۴۲ھ میں آپ نے مولانا ثابت علی' مولانا عبداللطیف اور مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری جیسے اجلہ اکابر سے دورہ حدیث شریف مکمل کر کے امتحان میں اول پوزیشن حاصل کی' جس پر آپ کو مدرسہ کی طرف سے بہت سی کتب کے علاوہ ایک جیبی گھڑی بھی انعام میں دی گئی۔ حضرت مولانا خلیل احمدؒ سہارنپوری نے تمام کتب حدیث کی خصوصی اجازت بھی آپ کو مرحمت فرمائی۔ ۱۹ شعبان بمطابق ۱۰ مارچ ۱۹۲۵ء کو آپ کی دستار بندی ہوئی۔

تعلیم سے فراغت کے بعد مفتی صاحب کو سلوک و طریقت کی تعلیم کا خیال آیا' اس کے لئے بھی آپ نے اپنی مربی و شیخ حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری کا انتخاب کیا۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں " ۱۳۴۴ھ میں بعد تعطیل شعبان احقر بیعت ہوا مگر جرأت نہ ہوئی کہ اوراد و معمولات پوچھوں' اور نہ تعطیل میں اس کے بغیر جانے کو جی چاہا' دو دن بعد ایک اور صاحب بیعت ہوئے' انہوں نے اوراد و وظیفہ پوچھا تو حضرت (مولانا خلیل احمد قدس سرہ) نے فرمایا فلاں وقت آ جانا اور جمیل کو بھی لے آنا' وہ اسی انتظار میں رکا ہوا ہے"۔
(تذکرۃ الخلیل: ص۔۔ ۳۷)

۴۶۔ ۱۳۴۵ء کے قریب زمانہ میں مفتی صاحب کی شادی حضرت تھانویؒ کی ربیبہ رشیدہ خاتون سے ہوئی۔ اس طرح حضرت تھانوی سے مفتی صاحب کا دامادی کا تعلق ہو گیا۔ حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری کا انتقال ۱۳۴۶ھ میں ہوا۔ اس کے بعد مفتی صاحب نے اپنی اصلاح کے لئے حضرت تھانویؒ سے رجوع کیا' حضرت تھانوی اپنے اعزہ کو بیعت نہیں کرتے تھے۔ لیکن مفتی صاحب چونکہ حاجی امداداللہ صاحب مہاجر مکی کی اولاد میں سے تھے اور اب حضرت کے بھی داماد تھے۔ نیز مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری

کے مرید باصفا بھی تھے، اس لئے حضرت تھانوی نے تجدید بیعت کی ضرورت نہیں سمجھی البتہ آپ کو اوراد و وظائف بتلا دیئے اور آپ کی اصلاح باطن کا خصوصی اہتمام کیا۔ قیام پاکستان کے بعد مفتی صاحب نے حضرت تھانویؒ کے خلیفہ اجل حضرت مولانا محمد اسعد اللہ صاحب اسعدی سے بیعت کی جو مفتی صاحب کے استاد بھی تھے، مولانا نے آپ کو ۱۶ جمادی الاخری ۱۳۸۸ھ بمطابق ۱۰ ستمبر ۱۹۶۸ء کو خلافت سے سرفراز فرمایا۔

۱۳۴۲ھ میں بعد از فراغت مفتی صاحب نے اپنے استاد مربی اور شیخ حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری کے حکم سے کھمم ورنگل، حیدر آباد دکن میں تدریس کا آغاز کیا۔ وہاں کا ماحول آپ کو پسند نہ آیا تو گیارہ ماہ کے بعد وہاں سے ترک ملازمت کر کے مظاہر علوم سہارنپور میں ملازمت اختیار کر لی اور اپنے اساتذہ کی زیر نگرانی درس و تدریس کا آغاز کیا۔ اپنی خداداد صلاحیتوں، محنت اور اساتذہ کی توجہ سے آپ نے مدرسہ میں بہت جلد ایک بلند مقام حاصل کر لیا اور آپ مدرسہ میں شیخ الادب کے لقب سے پکارے جانے لگے۔ ۱۳۷۰ھ تک آپ کا درس و تدریس کا تعلق مظاہر علوم سے قائم رہا، اس دوران آپ نے میزان سے لیکر جلالین اور تفسیر ابن کثیر تک کثیر کتب متعدد مرتبہ پڑھائیں۔

۱۳۶۰ھ سے ۱۳۶۳ھ تک آپ طویل رخصت لیکر تھانہ بھون تشریف لے آئے حضرت تھانویؒ کی علالت کی وجہ سے آپ ان کی خدمت میں رہنے لگے۔ حضرت تھانویؒ نے اس دوران آپ کو مدرسہ امداد العلوم تھانہ بھون کے مفتی کی حیثیت سے مقرر کیا، جہاں آپ نے حضرت تھانویؒ کی زیر نگرانی بہت سے فتاوی تحریر فرمائے، حضرت تھانویؒ نے ان کا نام ''جمیل الفتاوی'' تجویز کیا، اور پسندیدگی کا اظہار فرمایا۔ احقر نے اسی مجموعہ پر کراچی یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کے لئے ایک مقالہ منظور کرایا ہے جو مکمل ہو چکا ہے، انشاء اللہ عنقریب ہدیۂ ناظرین کیا جائے گا۔

قیام پاکستان کے بعد مفتی صاحب پاکستان تشریف لے آئے اور جامعہ اشرفیہ

لاہور میں ۱۳۷۲ھ ۱۹۵۲ء میں آپ کا تقرر بحیثیت رئیس المفتی واستاد الحدیث ہوا آپ کے زیر درس حسب ذیل کتب رہیں، دیوان متنبّی، حماسہ، بخاری شریف، ابوداؤد شریف، ابن ماجہ، نسائی، ہدایہ اخیرین، تفسیر جلالین، تفسیر بیضاوی وغیرہ۔ جامعہ اشرفیہ کے دارالافتاء میں مفتی صاحبؒ کا کوئی ممد ومعاون نہیں تھا۔ روزانہ بیس سے پچیس خطوط آتے حضرت انکا جواب روز کے روز قلم بند فرماتے اور روانہ کر دیتے اس طرح بیالیس سال میں آپ نے لاکھوں فتاوی قلم بند فرمائے جو عقلی ونقلی دلائل سے مزین ہوتے تھے۔ جبکہ زبانی پوچھے گئے مسائل کی تعداد تو احاطۂ شمار سے باہر ہے۔

مفتی صاحب نے درس وتدریس کے علاوہ تصنیف وتالیف میں بھی عظیم خدمات سرانجام دیں۔ آپ کی سو سے زائد تصانیف ہیں جن میں احکام القرآن جیسی عظیم تفسیر ہے جو سورہ یونس سے سورہ فرقان تک کی تفسیر پر مشتمل ہے جس کی تقریبا سات جلدیں ہوں گی، پانچ پانچ سو صفحات پر مشتمل تین جلدیں ادارہ اشرف التحقیق سے طبع ہو چکی ہیں، باقی زیر طبع ہیں، مختلف رسائل میں وقتی ضرورت کے تحت آپ نے بہت سے مقالات تحریر فرمائے جن کی تعداد ۷۰ سے متجاوز ہے۔

مفتی صاحب کو شعر وشاعری سے بھی خاص شغف تھا، آپ اردو، عربی، فارسی تینوں زبانوں میں شعر کہتے تھے۔ القصائد العربیہ کے نام سے آپ کے عربی اشعار کا مجموعہ موجود ہے جو غیر مطبوعہ ہے۔ اردو میں آپ کی بہت سی طویل نظمیں کتابی شکل میں طبع ہو چکی ہیں مثلاً منظوم رسالہ ضرورت مذہب، مثنوی علاج المصائب، عظمت حدیث، خرابی سینما وغیرہ۔ احقر آپ کے مجموعہ کلام کو کتابی شکل پر شائع کرنے کا ارادہ رکھتا ہے اب تک آپ کے ڈھائی ہزار اشعار احقر نے جمع کر لیے ہیں۔ بروز اتوار ۲۱ رجب ۱۴۱۵ بمطابق ۲۰ ستمبر ۱۹۹۴ صبح سات بجے خانقاہ اشرفیہ کا یہ ماہتاب وآفتاب ۹۱ سال اپنے علم وعرفان سے اس دنیا کو منور کرنے کے بعد غروب ہو گیا۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

﴿وارثوں کی تعریف وتقسیم﴾

ورثاء کی تین قسمیں ہیں (۱) ذوی الفروض (۲) عصبات نسبیہ (۳) ذوی الارحام

(۱) ذوی الفروض:

یعنی میت کے وہ وارث جن کے حصے اور میراث کی مقدار شریعت میں مقرر و معین فرمادی گئی ہے۔

(۲) عصبات نسبی:

عصبات نسبیہ سے مراد عصبہ بنفسہ ہے۔ یعنی میت سے نسبی علاقہ رکھنے والے وہ لوگ جن کے رشتہ میں عورت کا واسطہ اور ذریعہ نہ ہو اور شریعت میں ان کا کچھ حصہ مقرر نہ ہو بلکہ ذوی الفروض کے پورے حصے نکال لینے کے بعد جو کچھ ترکہ باقی رہے ان کو مل جائے اور اگر باقی نہ رہے تو ان کو کچھ نہیں ملتا۔

(۳) ذوی الارحام:

وہ وارث ہیں جن کا حصہ بھی شریعت میں مقرر نہیں اور عصبہ بھی نہ ہوں بلکہ میت میں اور ان میں عورت کے علاقہ اور رشتہ سے قرابت ورشتہ ہو یا خود عورت ہوں۔

ان تین قسم کے وارثین میں ذوی الفروض سب سے مقدم ہیں جب تک ان کا حصہ پورا نہ مل جائے قسم دوم وسوم کو کچھ نہیں ملے گا۔ دوسرا درجہ عصبات کا ہے اگر ذوی الفروض کے حصے دیکر کچھ بچ جائے تو وہ عصبات کو مل جائے گا۔ اگر ذوی الفروض میں سے کوئی بھی موجود نہ ہو تو کل ترکہ عصبات کو مل جائے گا اور ذوی الارحام محروم رہیں گے۔ اگر ذوی الفروض کو پورے حصے دینے کے بعد کچھ مال بچ جائے اور کوئی عصبہ وارث نہ ہو تو

جو کچھ باقی رہا ہے اس کو پھر ذوی الفروض نسبیہ پر اسی حساب اور نسبت سے تقسیم کر دیں جس حساب سے پہلے تقسیم ہوا تھا۔ مگر یاد رہے کہ زوجین کو دوبارہ نہیں دیا جائیگا۔

تیسرے ذوی الارحام کو میراث اسی وقت مل سکتی ہے جبکہ میت کے وارثین میں کوئی ذوی الفروض نسبیہ اور عصبہ (نسبی یا سببی [1]) میں سے موجود نہ ہو۔ لیکن اگر میت نے صرف زوجہ یا صرف شوہر چھوڑا ہو تو ذوی الارحام اس کی وجہ سے محروم نہ ہوں گے بلکہ زوجہ یا شوہر کا حصہ دینے کے بعد جو کچھ باقی رہیگا وہ ذوی الارحام لینگے۔

ذوی الفروض اور ان کے حصوں کی تفصیل:

ذوی الفروض یعنی وہ وارث جن کا حصہ شریعت نے مقرر و معین فرمایا ہے تیرہ ہیں۔ چار مرد اور نو عورتیں۔

(۱) باپ (۲) دادا (۳) اخیافی بھائی (یعنی ماں شریک) (۴) شوہر (۵) زوجہ (۶) والدہ (۷) بیٹی (۸) پوتی (۹) حقیقی بہن (۱۰) علاتی بہن (۱۱) اخیافی بہن (۱۲) جدہ یعنی دادی (۱۳) نانی (میراث کی کتب میں ذوی الفروض بارہ لکھے ہیں اس لئے کہ نانی اور دادی دونوں کو جدہ کہتے ہیں اور جد درجہ بھی اگرچہ دادا اور نانا دونوں کو کہتے ہیں لیکن میراث میں جد سے مراد نانا نہیں ہے بلکہ جد صحیح ہے یعنی دادا، پردادا وغیرہ مرد میں تو صرف جد صحیح کا اعتبار ہے لیکن عورت میں جدہ فاسدہ کا حصہ بھی شریعت میں متعین ہے)۔

---

(۱) عصبہ نسبی سے مراد غلام آزاد کرنے والا ہے اگر کسی آزاد کردہ غلام میت کے ذوی الفروض اور عصبہ نسبی موجود نہ ہوں تو اس کے آزاد کرنے والے کو بطور عصبہ اس کا ترکہ مل جاتا ہے۔ (مولانا مفتی محمود اشرف عثانی)

ا۔ باپ کی میراث:

باپ کا حق چھٹے حصہ سے کبھی کم نہیں ہوتا البتہ کبھی بڑھ جاتا ہے باپ کے تین حال ہیں۔

پہلا: صرف چھٹا حصہ ملتا ہے جبکہ میت نے کوئی بیٹا یا بیٹے کی مذکر اولاد یا پوتے کی مذکر اولاد چھوڑی ہو۔

دوسرا: اگر مرنے والے کی مذکر (یعنی نرینہ) اولاد کسی درجہ میں بھی نہ ہو بلکہ بیٹی یا پوتی پڑپوتی ہو تو مرنے والے کے باپ کو چھٹہ حصہ بھی ملتا ہے اور تمام ذوی الفروض موجودہ کو دینے کے بعد جو باقی رہ جائے وہ بھی دیا جاتا ہے۔ اس صورت میں باپ اپنا مقرر حصہ پانے کی وجہ سے ذوی الفروض رہا اور باقی ماندہ پانے کی وجہ سے عصبہ بھی ہے۔

تیسرا: اگر میت کے نہ بیٹی ہے نا بیٹا نہ بیٹے کی اولاد ہے نہ پوتے پڑپوتے کی۔ تو ذوی الفروض کو دینے کے بعد جو کچھ باقی رہے وہ سب باپ کو مل جائیگا اس صورت میں باپ کا کوئی حصہ مقرر نہیں بلکہ وہ عصبہ محض ہوگا۔

۲۔ دادا کی میراث:

میت کا اگر باپ زندہ نہ ہو تو دادا کو حصہ ملے گا باپ کی موجودگی میں کچھ نہیں ملتا۔ دادا کی وراثت کے احوال:۔

پہلا حال: دادا کو صرف چھٹا حصہ ملتا ہے جبکہ مرنے والے کے کوئی بیٹا، پوتا یا پڑپوتا یا پڑپوتے کی مذکر اولاد کسی درجہ میں ہو۔

دوسرا حال: اگر مرنے والے کی کوئی مذکر اولاد کسی درجہ میں بھی موجود نہ ہو بلکہ

بیٹی یا پوتی پڑپوتی موجود ہوتو دادا کو چھٹا حصہ بھی ملتا ہے اور تمام ذوی الفروض موجودہ کو دینے کے بعد جو کچھ باقی رہ جائے وہ بھی ملتا ہے۔

تیسرا حال : جب میت کے نہ بیٹی ہے نہ بیٹا نہ پوتی ہے نہ پوتا نہ پڑپوتی نہ پڑپوتا تو ذوی الفروض کو دینے کے بعد جو باقی رہیگا وہ سب دادا صاحب کو مل جائیگا۔

چوتھا حال : دادا محروم رہیگا جب میت کا باپ زندہ ہو۔

۳۔ اخیافی بھائی کی میراث:

وہ بھائی جو صرف ماں میں شریک ہو باپ دونوں کا جدا ہو اس کو اخیافی کہتے ہیں یہ ذوی الفروض میں داخل ہے عصبات میں نہیں۔ اس کے تین حال ہیں:

پہلا حال : اگر میت کا صرف ایک بھائی اخیافی ہو یا ایک بہن اخیافی ہو تو ترکہ کا چھٹا حصہ پائے گا۔

دوسرا حال : اگر اس قسم کے بھائی یا بہن ایک سے زیادہ ہوں خواہ صرف بھائی ہوں یا بہن بھائی ہوں یا صرف بہنیں ہوں تو ان سب کو میت کے ترکہ کا ایک ثلث یعنی کل ترکہ کا ایک تہائی پہنچے گا۔ یہ اس کو باھم مساوی تقسیم کرینگے۔ نہ تعداد کی کمی و زیادتی کا فرق نہ عورت مرد میں فرق یہ خصوصیت صرف اخیافی بھائی بہنوں کی ہے کہ عورت کو مرد کے برابر حصہ ملتا ہے۔

تیسرا حال : اگر میت کا بیٹا یا پوتا' پوتی یا پڑپوتا' پڑپوتی یا میت کا باپ' دادا زندہ ہو تو اخیافی بہن بھائی کو وراثت میں کچھ حصہ نہیں ملتا۔

۴۔ شوہر کی میراث:

شوہر میراث سے کبھی محروم نہیں ہوتا اسے میراث ملنے کی دو حالتیں ہیں:

پہلی حالت: اگر زوجہ کا انتقال ہوا اور اس نے کوئی بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی، پڑپوتا، پڑپوتی نہیں چھوڑی تو شوہر کو ترکہ کا نصف حصہ ملتا ہے۔

دوسری حالت: اگر زوجہ کے کوئی بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی، پڑپوتا، پڑپوتی موجود ہو تو شوہر کو کل مال میں سے ربع یعنی چوتھائی ملے گا۔

۵۔ زوجہ کی میراث:

زوجہ بھی میراث سے کبھی محروم نہیں ہوتی اس کی وراثت کے دو احوال ہیں:

پہلا حال: اگر شوہر کا انتقال ہوا اور اس کے کوئی بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی، پڑپوتا، پڑپوتی سکڑپوتا، سکڑپوتی نہ ہو تو کل ترکہ میں سے زوجہ کو ربع یعنی چوتھائی دیا جاتا ہے۔

دوسرا حال: اگر شوہر کا انتقال ہوا اور اس کے کوئی بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی، پڑپوتا، پڑپوتی وغیرہ موجود ہو تو زوجہ کو صرف آٹھواں حصہ ترکہ میں سے ملتا ہے (اگر کسی کی کئی بیویاں ہوں تو یہ آٹھواں یا چوتھا حصہ سب میں برابر تقسیم ہو جائے گا ہر ایک کو علیحدہ علیحدہ آٹھواں حصہ نہیں ملے گا)۔

نوٹ: جس اولاد کی وجہ سے زوجہ اور شوہر کے حصوں میں کمی آتی ہے وہ یہ ہے۔ بیٹا۔ پوتا۔ بیٹی۔ پوتی۔ پوتے کا بیٹا یا بیٹی۔ پس اگر میت کی بیٹی کی اولاد یعنی نواسہ یا نواسی کی اولاد یا پوتی کی اولاد ہو اس کی وجہ سے شوہر اور زوجہ کا حصہ کم نہیں ہو گا۔

۶۔ ماں کی میراث:

والدہ کو چھٹے حصہ سے کبھی کم نہیں ملتا اور نہ وہ محروم رہتی ہے۔اس کے تین حال ہیں

پہلا حال :اگر میت کے بیٹا' بیٹی' پوتا' پوتی 'پڑپوتا' پڑپوتی یا میت کے دو بھائی' بہن موجود ہوں (یہ کسی بھی قسم کے ہوں حقیقی' علاتی یا اخیافی) جب ایک سے زیادہ ہوں والدہ کو چھٹا حصہ ملے گا۔خواہ صرف بھائی ہوں خواہ صرف بہنیں یا بہن بھائی دونوں ہوں۔

دوسرا حال :اگر مرد کا انتقال ہوا اور اس کی زوجہ اور باپ دونوں موجود ہیں۔یا عورت کا انتقال ہوا اور اس کے شوہر اور باپ دونوں موجود ہیں تو شوہر یا زوجہ کا حصہ شرعی نکال لینے کے بعد جو مال باقی رہے اس میں سے ایک تہائی والدہ کا حصہ ہے۔

تیسرا حال :اگر مذکورہ بالا وارثوں میں کوئی بھی موجود نہ ہو تو میت کی والدہ کو کل مال میں سے تہائی ملیگا۔

۷۔ بیٹی کی میراث:

بیٹی کبھی محروم نہیں ہوتی اگر اس کا بھائی ساتھ ہو تو عصبہ بالغیر بن جاتی ہے ورنہ ذوی الفروض رہتی ہے اس کے تین حال ہیں۔

پہلا حال :اگر صرف ایک بیٹی ہو اور کوئی بیٹا نہ ہو تو میت کے ترکہ میں سے اس کو نصف ملتا ہے (اور اگر کوئی اور وارث نہ ہو تو بقیہ نصف بھی اس کو رد کے طور پر مل جاتا ہے)۔

دوسرا حال :اگر دو بیٹیاں ہوں یا دو سے زیادہ ہوں اور کوئی بیٹا نہ ہو تو ان بیٹیوں کو ترکہ میں سے دوثلث پہنچے گا جس کو وہ برابر تقسیم کرینگی خواہ کتنی ہی بیٹیاں ہوں۔

تیسرا حال :اگر بیٹی کے ساتھ میت کا بیٹا بھی ہو تو اس صورت میں بیٹی کا کوئی حصہ متعین نہیں بلکہ جس قدر بیٹے کو ملے گا اس کا نصف بیٹی کو خواہ ایک بیٹی ہو یا زائد' اس حالت میں بیٹیاں ذوی الفروض نہیں ہیں بلکہ بھائی کے ساتھ مل کر عصبہ بالغیر ہوگئی ہیں۔

۸۔ پوتی کی میراث:

عرف میں بیٹے کی بیٹی کو پوتی کہتے ہیں لیکن یہاں خاص وہی مراد نہیں بلکہ پوتے پڑپوتے کی بیٹی کو بھی پوتی کہتے ہیں۔اگر بیٹے کی بیٹی موجود نہ ہو تو پوتے کی بیٹی کو حصے ملتے ہیں اور اگر پوتے کی بیٹی نہ ہو تو پڑپوتے کی بیٹی ان ہی حصوں کی مستحق ہوتی ہے۔پوتی کی میراث کی چھ صورتیں ہیں اور پڑپوتی وغیرہ کا حال بھی اس کے تحت میں داخل ہے۔

پہلا حال :اگر میت کے بیٹا' بیٹی موجود نہ ہو اور صرف ایک پوتی ہو تو اس کو ترکہ میں سے نصف ملیگا (اگر پوتی نہ ہو تو پڑپوتی کا بھی یہی حال ہے)

دوسرا حال :اگر میت کے بیٹا' بیٹی موجود نہ ہو اور پوتیاں دو یا اس سے زیادہ ہوں تو ان کو کل میں سے دو تہائی دیا جائیگا۔اور یہ اس کو باہم تقسیم کرلیں گی (پوتی کوئی نہ ہو تو پڑپوتی کا یہی حال ہے)

تیسرا حال :اگر میت کے بیٹا' بیٹی نہ ہو ایک پوتی یا کئی پوتیاں ہوں اور ان کے ساتھ کوئی پوتا ہو تو جو کچھ ذوی الفروض کو دینے کے بعد بچے اس کو یہ پوتا پوتی باہم تقسیم کرلیں گے (اس جگہ پڑپوتی قائم مقام پوتی کے نہیں ہوسکتی کیونکہ پوتے کے سامنے وہ محروم رہتی ہے)۔

چوتھا حال :(الف) اگر میت کے بیٹا' بیٹی نہ ہو اور کوئی پوتا بھی نہ ہو۔ ایک یا کئی پوتیاں ہوں اور پڑپوتا ہو تب بھی ذوی الفروض کے بعد جو کچھ باقی رہے اس کو یہ پوتیاں اور پڑپوتا باہم تقسیم کرلیں مرد کو دہرا عورت کو اکہرا (اگر صرف پڑپوتے اور پڑپوتیاں ہوں بیٹا' بیٹی' پوتا' پوتی کوئی نہ ہو تب بھی ذوی الفروض کو دینے کے بعد باقی ماندہ کو باہم تقسیم کریں للذکر مثل حظ الانثین)۔

(۴ب) اگر میت کے بیٹا' پوتا' پڑپوتا موجود نہ ہو لیکن صرف ایک بیٹی موجود ہو تو پوتیوں کو صرف چھٹا حصہ ملیگا' خواہ ایک پوتی ہو یا زیادہ۔

(۴ج) اگر میت کے بیٹا' پوتا سکڑ پوتا موجود نہ ہو اور پوتی بھی موجود نہ ہو بلکہ صرف ایک بیٹی اور پڑپوتی ہو تو پڑپوتی کو چھٹا حاصہ ملیگا خواہ ایک ہو یا چند۔

پانچواں حال :اگر میت کے بیٹا' پوتا' پڑپوتا نہ ہو دو بیٹیاں یا زیادہ ہوں تو پوتی بالکل محروم رہے گی۔

چھٹا حال :(الف) اگر میت کے بیٹا موجود ہے تو پوتیاں پڑپوتیاں سکڑپوتیاں سب محروم رہیں گی۔

(۶ب) اگر میت کے پوتی موجود ہے تو پڑپوتیاں سب محروم رہینگی۔

۹۔ حقیقی ہمشیرہ (سگی بہن) کی میراث:

حقیقی بہن کے پانچ حال ہیں:

پہلا حال :اگر میت کے کوئی بیٹا' بیٹی' پوتا' پوتی' پڑپوتا' پڑپوتی نہ ہواور ایک ہمشیرہ ہوتو اس کو میت کے کل ترکہ میں سے نصف ملیگا۔

دوسرا حال :اگر میت کے کوئی بیٹی' پوتی' پڑپوتی نہ ہودو ہمشیرہ ہوں یا زیادہ تو ان کو ترکہ میں سے دوثلث ملے گا اس کو باہم برابر تقسیم کرلیں۔

تیسرا حال :اگر میت کے بیٹی' پوتی یا پڑپوتی یا سکڑپوتی موجود ہو (خواہ ایک یا زیادہ) تو اس صورت میں ذوی الفروض کو دینے کے بعد جو کچھ باقی رہے وہ میت کی ہمشیرہ کو مل جائیگا۔

چوتھا حال :اگر میت کے حقیقی بھائی (ایک یا زیادہ) موجود ہوں تو بہن ان کے ساتھ مل کر عصبہ بالغیر ہو جائیگی اور ذوی الفروض کو دینے کے بعد باقی جو کچھ رہے اس کو یہ بہن بھائی باہم تقسیم کریں ہر ایک بھائی کو دہرا بہن کو اکہر حصہ ملیگا۔

پانچواں حال :اگر میت کے باپ دادا' پڑدادا یا بیٹا' پوتا' پڑپوتا وغیرہ موجود ہوتو بہنوں کو کچھ حصہ نہ ملے گا بالکل محروم رہینگی۔

۱۰۔ علاتی بہن کی میراث:

علاتی بہن وہ کہلاتی ہے جو باپ شریک ہو۔ حقیقی بہن موجود نہ ہوتو علاتی بہن اس کے قائم مقام ہو جائیگی اور وہی حالات ہوں گے جو حقیقی کے بیان ہوئے لیکن یہ حقیقی

بھائی کے ساتھ عصبہ نہیں ہوگی بلکہ اس کے سامنے محروم ہو جائیگی اور حقیقی بہن کے سامنے اس کے حالات بدل جاتے ہیں۔

۱۱۔ اخیافی بہن کی میراث:

اخیافی بہن وہ ہے جو ماں شریک ہو۔ اس کو میراث اس وقت مل سکتی ہے جبکہ میت کے کوئی بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی، پڑپوتا، پڑپوتی موجود نہ ہو اور باپ دادا، پڑدادا بھی موجود نہ ہو، اس کی وراثت کے دو حال ہیں۔

پہلا حال: اگر صرف ایک اخیافی بہن ہو بھائی کوئی نہ ہو تو میت کے ترکہ کا چھٹا حصہ پائیگی۔

دوسرا حال: اگر اس قسم کی دو بہنیں ہوں یا ایک بہن ایک بھائی یا اس سے زیادہ ہوں تو ان سب کو میت کے ترکہ کا ایک ثلث ملیگا جس کو یہ باہم برابر تقسیم کریں گے اس صورت میں مرد عورت کے حصہ میں کمی بیشی نہیں ہوگی سب کو برابر حصہ ملیگا۔

تیسرا حال: اگر میت کے بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی وغیرہ میں سے کوئی ایک بھی موجود ہو یا میت کا باپ دادا کوئی بھی زندہ ہو تو اخیافی بہن محروم رہیگی۔

۱۲۔ جدہ یعنی دادی اور نانی کی میراث:

میراث کی سب کتابوں میں ذوی الفروض کی تعداد بارہ لکھی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ عربی میں نانی اور دادی دونوں کے لئے ایک ہی لفظ (جدہ) مستعمل ہے جبکہ اردو میں باپ کی ماں کو دادی اور ماں کی ماں کو نانی کہتے ہیں دوسری بات یہ قابل غور ہے کہ

دادی سے مراد صرف باپ کی ماں نہیں بلکہ دادا کی ماں اور دادی کی ماں یعنی باپ کی نانی کو بھی جدہ کہتے ہیں او یہ سب ذوی الفروض میں داخل ہیں' چار پشت تک اگر شمار کریں تو ایک شخص کی پندرہ دادیاں ہوں گی جس میں سے دس دادیاں ذوی الفروض میں شمار ہوتی ہیں' جنکو صحیحہ کہتے ہیں اور باقی پانچ فاسدہ کہلاتی ہیں جو ذوی الارحام میں سے ہیں۔ اگر قریب درجہ کی دادی موجود ہو تو بعید درجہ کی دادی کو حصہ نہیں ملتا۔

ذوی الفروض دادیاں۔ صحیحہ

پہلی پشت: باپ کی ماں-۱۔

دوسری پشت: دادا کی ماں-۲۔ دادی کی ماں-۳۔

تیسری پشت: پڑدادا کی ماں-۴۔ پڑدادی کی ماں-۵۔ باپ کی نانی کی ماں-۶۔

چوتھی پشت: دادا کی دادی-۷۔ پڑدادا کی نانی-۸۔ پڑدادی کی نانی-۹۔ باپ کی نانی کی نانی-۱۰۔

وراثت کا حصہ:

دادی کو میت کے ترکہ کا صرف چھٹا حصہ ملتا ہے خواہ ایک دادی ہو یا دو یا تین ہوں بشرطیکہ سب ایک ہی پشت کی ہوں ورنہ قریب کی موجودگی میں بعید کو کچھ نہیں ملتا۔ اگر ایک ہی درجہ کی چند دادیاں ہوں تو وہ اس چھٹے حصہ کو برابر تقسیم کرلیں گی۔ اگر میت کی کوئی نانی بھی اسی پشت اور درجہ کی ہو جس درجہ کی یہ دادیاں ہیں تو وہ بھی ان کے ساتھ اس چھٹے حصہ میں شریک ہو جائیگی اور یہ چھٹا حصہ دادیوں اور نانی میں باہم تقسیم

ہو جائیگا۔ اگر نانی نیچے درجہ کی ہے تو وہ دادیوں کے ساتھ شریک نہیں ہوگی۔

دوسرا حال: اگر میت کی ماں یا باپ موجود ہو تو تمام دادیاں بالکل محروم ہونگی۔

تیسرا حال: اگر میت کی نانی قریب درجہ کی ہو دادی بعید درجہ کی تو نانی حصہ پائیگی دادی محروم رہیگی۔

چوتھا حال: اگر میت کا دادا موجود ہو تب بھی دادیاں محروم رہینگی۔ لیکن باپ کی ماں اور باپ کی نانی اور باپ کی ماں کی نانی اور باپ کی نانی کی نانی یہ چار دادیاں دادا کے سامنے محروم نہیں رہتی ان کے سوا سب دادیاں محروم رہینگی۔

نانیوں کی میراث:

جس طرح دادی سے صرف باپ کی ماں مراد نہیں تھی اس طرح نانی سے بھی صرف ماں کی ماں مراد نہیں ہے بلکہ ماں کی ماں اور نانی کی نانی بھی عربی میں جدہ کہلاتی ہیں اور ذوی الفروض میں داخل ہیں اس لئے ایک شخص کی کئی نانیاں ہوسکتی ہیں اس طرح اگر چار پشت تک شمار کریں تو ایک شخص کی پندرہ نانیاں ہوسکتی ہیں لیکن ہر نانی کو بلا تکلف میراث نہیں ملتی ان کی بھی دو قسمیں ہیں ایک صحیحہ دوسری فاسدہ۔

فاسدہ نانیاں وہ ہیں جن کے رشتہ میں مرد کا واسطہ اور علاقہ آجائے (مثلاً ماں کے باپ کی ماں) فاسدہ نانیوں کا کوئی حصہ شریعت میں نہیں اور یہ ذوی الفروض نہیں بلکہ ذوی الارحام ہیں۔

صحیح نانیاں وہ ہیں جن کے رشتہ میں مرد کا علاقہ درمیان میں نہ ہو مثلاً (ماں کی ماں۔ نانی کی ماں) ان کو جدہ صحیحہ کہتے ہیں اور یہ ذوی الفروض میں داخل ہیں۔

چار پشت تک جو پندرہ نانیاں ہیں ان میں سے گیارہ فاسد ہیں اور صرف چار نانیاں صیحہ ہیں جو ذوی الفروض میں شمار ہوں گی جن کی تفصیل یہ ہے۔

پشت اول: ماں کی ماں (نانی [1])

پشت دوم: نانی کی ماں (یعنی والدہ کی نانی [2])

پشت سوم: نانی کی نانی (یعنی والدہ کی پڑنانی [3])

پشت چہارم: نانی کی پڑنانی (یعنی والدہ کی سکڑنانی [4])

وراثت میں حصہ:

میت کے ترکہ کا صرف چھٹا حصہ ملتا ہے اور بلا شرکت غیر نانی اس چھٹے حصے کی مالک ہوتی ہے جبکہ کوئی دادی میت کی اس پشت کی موجود نہ ہو۔

دوسرا حال :اگر اسی درجہ کی میت کی کوئی دادی بھی موجود ہے جس درجہ کی یہ نانی ہے تو اس چھٹے حصے کو یہ باہم تقسیم کرلیں گی۔

تیسرا حال :قریب درجے کی نانی موجود ہو تو بعید درجہ کی نانی کو وراثت میں حصہ نہیں ملیگا۔

﴿ذوی الفروض کے مقرر شدہ حصے مع تفصیل مستحقین﴾

وارثوں میں سب سے مقدم ذوی الفروض ہیں ان کے حصے شریعت میں مقرر ہیں۔ ان کے حصے دینے کے بعد جو کچھ باقی بچتا ہے وہ عصبات کو دیا جاتا ہے جب ان ہر دو قسم میں سے کوئی نہ ہو تو ذوی الارحام کو ملتا ہے۔ ذوی الفروض کو جو حصے ملتے ہیں وہ چھ ہیں۔

۱۔سدس یعنی چھٹا ($\frac{1}{6}$) ۲۔ثلث یعنی تہائی ($\frac{1}{3}$) ۳۔دوثلث یعنی دوتہائی ($\frac{2}{3}$)
۴۔ثمن یعنی آٹھواں ($\frac{1}{8}$) ۵۔ربع یعنی چوتھائی ($\frac{1}{4}$) ۶۔نصف یعنی آدھا ($\frac{1}{2}$)
ذوی الفروض میں سے جس کے لئے جو حصہ جس حالت میں مقرر ہے وہی ملیگا اس سے کم زیادہ نہیں مل سکتا۔اس لئے ان چھ حصوں کی تفصیل درج کی جاتی ہے کہ معلوم ہو جائے کس کو کب کتنا حصہ ملے گا۔

نمبر	نام حصہ	تفصیل مستحقین حصہ مع مختصر تشریح
۱	نصف پانچ وارثوں کو ملتا ہے	۱۔ شوہر کو ملتا ہے۔جبکہ مرنے والی زوجہ کے اولاد نہ ہو ۲۔ بیٹی کو ملتا ہے۔جبکہ صرف ایک ہو اور بیٹا ان کے ساتھ نہ ہو ۳۔ پوتی کو ملتا ہے۔جبکہ میت کے بیٹی' بیٹا' پوتا وغیرہ نہ ہو ۴۔ ہمشیرہ کو ملتا ہے۔جبکہ صرف ایک ہو اور میت کے بیٹا' بیٹی اور باپ کوئی بھی نہ ہو ۵۔ علاتی ہمشیرہ کو ملتا ہے۔جبکہ حقیقی ہمشیرہ موجود نہ ہو اور میت کے اولاد بھی نہ ہو
۲	ربع دو وارث مستحق ہیں	۱۔ زوجہ مستحق ہے جبکہ شوہر کے اولاد نہ ہو ۲۔ شوہر مستحق ہے جبکہ زوجہ کی اولاد ہو
۳	ثمن ایک وارث کا حق ہے	زوجہ کو ملتا ہے۔ایک ہو یا ایک سے زائد جبکہ شوہر کے بیٹا' بیٹی' پوتا' پوتی وغیرہ موجود ہو

۴	دو ثلث چار وارثوں کو ملتا ہے	۱۔ بیٹیوں کا حق ہے جبکہ دو یا دو سے زیادہ ہوں بشرطیکہ بیٹوں کے ساتھ عصبہ نہ ہوں ۲۔ پوتیوں کو ملتا ہے جبکہ بیٹیاں موجود نہ ہوں اور پوتا بھی نہ ہو ۳۔ حقیقی بہنوں کو ملتا ہے اگر ایک سے زائد ہوں بشرطیکہ میت کے اولاد اور باپ دادا نہ ہو ۴۔ علاتی بہنوں کو ملتا ہے جبکہ حقیقی بہنیں نہ ہوں بشرط مذکورہ صدر
۵	ثلث دو وارث مستحق ہیں	۱۔ ماں کا حق ہے۔ جبکہ میت کے اولاد نہ ہو اور دو بھائی بہن کسی قسم کے بھی نہ ہو ۲۔ اخیافی بھائی، بہن کو ملتا ہے جبکہ ایک سے زیادہ ہوں اور حقیقی بہن بھائی اور اولاد نہ ہو
۶	سدس چار وارث پاتے ہیں	۱۔ باپ کو ملتا ہے۔ جبکہ میت کے اولاد ہو ۲۔ والدہ کو ملتا ہے۔ جبکہ میت کے اولاد ہو یا کسی قسم کے دو بھائی بہن ہوں ۳۔ اخیافیہ بھائی کو ملتا ہے اگر صرف ایک ہو ۴۔ اخیافی بہن کو ملتا ہے۔ جبکہ صرف ایک ہو

عصبات اور ان کے حصوں کی تفصیل و تقسیم

ذوی الفروض کو اپنے مقررہ حصے دینے کے بعد میت کے مال میں سے جو کچھ بچ جائے گا وہ عصبات کو دیا جائیگا اگر ان کے مقررہ حصے دینے کے بعد کچھ نہ بچے تو عصبات کو

کچھ نہیں ملے گا خواہ کسی درجہ کے ہوں۔

عصبات نسبی: یعنی میت سے علاقہ رکھنے والے وہ لوگ جن کے رشتہ میں عورت کا واسطہ اور ذریعہ نہیں اور شریعت نے ان کا حصہ مقرر نہ کیا ہو بلکہ ذوی الفروض سے جو بچے ان کو مل جائے عصبات نسبی کہلاتے ہیں جن کو عصبہ بنفسہ بھی کہتے ہیں ان کے چار درجے ہیں اول کی موجودگی میں دوسرا درجہ اور اس کی موجودگی میں تیسرا درجہ اور تیسرے کی موجودگی میں چوتھا درجہ محروم رہیگا۔

درجہ اول کے عصبات: میت کا جز یعنی اس کی نسل بیٹا' پوتا' پڑپوتا' سکڑ پوتا۔

درجہ دوم کے عصبات: میت کے اصل جیسے باپ' دادا' پڑ دادا' سکڑ دادا۔

درجہ سوم کے عصبات: باپ کا جز یعنی باپ کی نسل۔ بھائی' بھتیجہ' بھتیجہ کا بیٹا' بھتیجہ کا پوتا وغیرہ۔

درجہ چہارم کے عصبات: دادا کا جز یعنی دادا کی نسل اور پھر ان کی اولاد در اولاد جیسے چچا' چچا کا بیٹا' چچا کا پوتا' چچا کا پڑپوتا وغیرہ۔

فائدہ :۔ جیسے درجہ اول کی موجودگی میں درجہ دوم کے عصبات محروم رہتے ہیں اسی طرح ہر درجہ کے ورثاء میں بھی فرق ہے جو سب سے قریب ہوگا وہی حقدار ہوگا۔ اور اس کے بعد والا محروم رہیگا۔ جیسے بیٹے کی موجودگی میں پوتا محروم ہوگا' علی ھذا القیاس ہر درجہ کو سمجھیں۔ البتہ اگر سب وارث برابر درجہ کے ہوں تو وہ وارثت کو باہم تقسیم کر لیں گے مثلاً چار بیٹے ہوں تو وہی برابر تقسیم کر لیں گے یا چار پوتے ہوں تو وہی وارثت کو

برابر تقسیم کرلیں گے۔ان کے علاوہ عصبہ کی دو قسمیں اور ہیں (۱) عصبہ بغیرہ (۲) عصبہ مع غیرہ بیٹیاں، بیٹوں کے ساتھ مل کر عصبہ بغیرہ بن جاتی ہیں۔اور بہن بھائیوں کے ساتھ مل کر عصبہ مع غیرہ بن جاتی ہیں۔

عصبہ کا حصہ: سب سے مقدم اور سب سے بڑا عصبہ بیٹا ہے شریعت میں اس کا کوئی حصہ متعین نہیں ذوی الفروض کو دینے کے بعد جو بچے وہ سب اس کو مل جائے گا۔اگر کئی بیٹے ہوں باہم برابر تقسیم کرینگے۔اگر بیٹی بھی ہو تو وہ بھائی کے ساتھ ملکر عصبہ بالغیر بن جائینگی۔اور اس کو بیٹے سے آدھا ملے گا۔باقی سب درجات اس کی موجودگی میں محروم ہوں گے۔

تنبیہات:

اول: میت کے بیٹا نہ ہو تو پوتے کا حال بیٹے کا سا ہے مگر دو باتوں میں فرق ہے بیٹے کے ساتھ بیٹیاں ہوں تو عصبہ بن جاتی ہیں لیکن پوتے کے سامنے میت کی بیٹیاں عصبہ نہیں بنتیں بلکہ ذوی الفروض ہی رہتی ہے اگر ایک بیٹی ہو تو نصف ملے گا ایک سے زائد ہوں تو دو تہائی۔

دوم: بیٹے کی موجودگی میں پوتیاں محروم تھی پوتے کے سامنے نہیں بلکہ پوتے کے ساتھ عصبہ بن جاتی ہیں اور اس سے آدھا حصہ پاتی ہیں۔

مزید تفصیل کتاب ''مفید الوارثین'' میں دیکھی جاسکتی ہے۔مفتی صاحب نے چونکہ یہ مختصر قواعد تحریر کئے ہیں جن کی ضرورت روزمرہ پیش آتی ہیں۔ان کے لئے عصبات کی اتنی تفصیل سمجھ لینا ہی کافی ہے۔ان چاروں درجات کے عصبات کی کل تعداد ۳۲ ہے۔

جن میں ۴ درجہ اول کے ۴ درجہ دوم کے ۸ درجہ سوم کے اور ۱۶ درجہ چہارم کے ہیں۔

ذوی الارحام اور ان کے حصوں کی تقسیم

ذوی الارحام وہ وارث ہیں جن کا حصہ بھی شریعت میں مقرر نہ ہو اور عصبہ بھی نہ ہوں بلکہ میت میں اور ان میں عورت کے علاقہ اور رشتہ سے قرابت ہو یا وہ خود عورت ہوں۔ چنانچہ خالہ ذوی الارحام ہے کیونکہ ماں کی بہن ہے اور پھوپی بھی ذوی الارحام ہے کیونکہ خود مرد نہیں اگرچہ واسطہ مرد کا ہے کہ باپ کی بہن ہے۔ پوتی اگرچہ مرد نہیں لیکن اس کو ذوی الارحام نہیں کہینگے اس لئے کہ اس کا حصہ شریعت میں مقرر ہے۔ وغیرہ

جب تک ذوی الفروض اور عصبات میں سے کوئی بھی موجود ہوگا ذوی الارحام کو حصہ نہیں ملیگا۔ البتہ ذوی الفروض میں سے شوہر اور زوجہ دو ایسے ذوی الفروض ہیں کہ ان کی موجودگی میں اگر ذوی الفروض اور عصبات میں سے کوئی اور نہ ہو تو ان دونوں میں سے جو موجود ہو اس کا حصہ نکال کر بقیہ ذوی الارحام میں تقسیم کیا جاتا ہے' کیونکہ ان پر نہ رد نہیں ہوتا۔

ذوی الارحام کے بھی چار درجے ہیں۔ جب تک اول درجہ والے ہوں گے دوم درجہ کو میراث نہیں ملے گی اسی طرح دوم کی موجودگی میں سوم اور سوم کی موجودگی میں چہارم محروم رہیگا۔ نیز ان درجات میں بھی جو سب سے قریب ہوگا وہ مستحق ہوگا دوسرا محروم۔

جو ذوی الارحام ایسے شخص کی اولاد ہوں کہ اگر وہ زندہ ہوتا تو ضرور وارث ہوتا ایسے ذوی الارحام اس شخص کی اولاد پر مقدم رہینگے جو اگر خود بھی زندہ ہوتا تو اس کو میراث نہ ملتی۔

درجات ذوی الارحام:

پہلا درجہ :خود میت کی وہ اولاد جو ذوی الفروض اور عصبات میں داخل نہیں جیسے۔ نواسہ' نواسی وغیرہ۔

دوسرا درجہ : میت کے اصول جو ذوی الفروض اور عصبات نہیں۔ جیسے نانا یا دادی کا باپ وغیرہ۔

تیسرا درجہ : میت کے ماں باپ کی اولا جو ذوی الفروض و عصبہ نہیں جیسے بھانجا' بھانجی' بھتیجی۔

چوتھا درجہ : دادا اور دادی اور نانی کی اولاد جیسے' پھوپی' خالہ' ماموں' اخیافی چچا وغیرہ۔

قاعدہ اول : بیٹے کا پوتا پڑپوتا سکڑ پوتا سب عصبات ہیں۔

قاعدہ دوم :بیٹی کی تمام اولاد ذوی الارحام ہیں مذکر ہو یا مؤنث۔

قاعدہ سوم :پوتی کی تمام اولاد ذوی الارحام ہے مذکر ہو یا مؤنث۔

قاعدہ چہارم :پڑپوتی کی اولاد سب ذوی الارحام ہیں مذکر ہو یا مؤنث۔

ذوی الارحام کا حصہ:

نواسہ' نواسی کا ذوی الارحام میں اول درجہ ہے یہ سب سے مقدم ہیں ان کے سامنے اور کوئی ذوی الارحام وارث نہیں ہوتا' جب ذوی الفروض اور عصبات میں سے کوئی نہ ہو تو یہ وارث ہوتے ہیں۔ اگر ان میں سے صرف ایک شخص موجود ہو تو کل مال وہی لے لے گا اور اگر دو چار ہوں تو باہم برابر تقسیم کر لیں گے مرد کو دُہرا عورت کو اکہرا حصہ

ملے گا۔ جیسا کہ عصبات میں ہوتا ہے۔ ذوی الارحام میں حصص کی تقسیم کی ضرورت کم پیش آتی ہے اس لئے کہ عموماً ورثاء میں ذوی الفروض یا عصبہ میں سے کوئی نا کوئی تو موجود ہوتا ہی ہے۔ چونکہ ورثاء کی تین قسموں میں ذوی الارحام کا بھی ذکر تھا اس لئے ان کی مختصر سی تعریف اور تقسیم بتادی گئی ہے۔ تاکہ مسائل میراث کو سمجھنے میں سہولت ہو جائے۔ اگر تفصیلا ہر ایک کا حصہ معلوم کرنا چاہئیں تو کتاب ''مفید الوارثین'' کا مطالعہ فرمائیں۔

حضرت مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی قدس سرہ نے ورثاء کے حصہ معلوم کرنے کے جو عام فہم اور آسان قاعدے قلم بند فرمائے اور مثالوں سے ان کی وضاحت کی ہے اب وہ ذکر کئے جاتے ہیں یہ ایسے اصول ہیں کہ اگر یاد کر لئے جائیں تو ان کی مدد سے ورثاء کے حصے بآسانی معلوم کئے جاسکتے ہیں مفتی صاحب نے جو اصول وضع کئے ہیں میں نے ان کو قاعدہ کے عنوان سے ذکر کیا ہے پھر مفتی صاحب کی ذکر کردہ مثال بیان کی ہے اور وضاحت کے عنوان سے مفتی صاحب کے ذکر کردہ قاعدے کو آسان الفاظ میں بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ اگر وضاحت کے بعد کوئی مثال بیان کی ہے تو وہ میری بیان کردہ ہے مفتی صاحب کی نہیں۔ اکثر مقامات پر (۱۲خ) علامت بھی لکھدی ہے تاکہ فرق واضح رہے اگر کسی جگہ غلطی ہو تو اس کو میری طرف منسوب کریں مفتی صاحب کی طرف نہیں کہ مجھ سے نقل میں غلطی ہوئی ہوگی جس کا قوی امکان ہے۔ اور مجھے اس سے مطلع فرمائیں تو آئندہ تصحیح کر لی جائے گی اور میں آپ کا شکر گزار ہونگا۔

(فقط خلیل احمد تھانوی)

القواعد الاخصرية للفرائض الاكثرية

قاعدہ نمبر۱: اگر مرد کی وفات ہو اور بیوی بچے ہی وارث ہوں (مثلاً ایک لڑکا اور ایک لڑکی) تو چونکہ ہر لڑکے کے دو۲ ہر لڑکی کا ایک سہام ہے مجموعہ تین بنا ہے۔ اولاد ہونے کے وقت چونکہ بیوی کا آٹھواں حصہ ہوتا ہے اس لئے اس مجموعہ کو آٹھ سے ضرب دیجئے۔

جتنا مجموعہ ان سہاموں کا ضرب سے پہلے ہوگا (یعنی تین) وہ بیوی کا حصہ ہے اور جس عدد سے ضرب دی جائے (یعنی آٹھ) اس سے ایک عدد کم ہر لڑکی کا حصہ ہے (یعنی سات) اور اس سے دوگنا (یعنی چودہ) ہر لڑکے کا ہوگا۔ چاہے جتنے لڑکے ہوں اور جتنی لڑکیاں ہوں سب کا اسی طرح ہوگا۔

مثال: (۱)

اگر کسی شخص کا انتقال ہوا اور اس کے ورثہ میں صرف دو بیٹے ایک بیٹی اور ایک بیوہ ہے تو (قاعدہ مذکور کی بنا پر) تقسیم وراثت اس طرح ہے:-

$\frac{۴۰}{۸}$ زید

زوجہ	بیٹا	بیٹا	بیٹی
۵	۱۴	۱۴	۷

طریقہ تقسیم:

(اس مثال میں) ہر بیٹے کے دو، بیٹی کا ایک سہام: کل پانچ ہوئے، پانچ کو آٹھ (بیوی کے حصہ کے موافق) سے ضرب دیا تو چالیس سہام ہو گئے۔ اصل مسئلہ چالیس ہوا، وہ

خط (علامت میت) کے اوپر لکھ لیجئے۔

جتنے سہام بیٹے بیٹیوں کے کل تھے یعنی پانچ وہ بیوی کا $\frac{1}{8}$ ہوا اس کے نام کے نیچے لکھ دیجئے۔ اور جتنے سے ضرب دیا تھا یعنی آٹھ (بیوی کے حصہ کے موافق) اس میں ایک کم کیجئے تو سات باقی بچے تو ہر بیٹی کا حصہ سات سہام ہونگے۔ بیٹی کے حصہ میں سات لکھ دیجئے۔ اس کا دوگنا یعنی چودہ ہر بیٹے کے نیچے لکھ لیجئے۔ اب دیکھئے کہ ان سہاموں کا مجموعہ اوپر والے سہاموں کے موافق ہے تو حساب صحیح ہے چنانچہ یہاں چالیس ہی بن رہا ہے اس طرح جتنے بھی بیٹے' بیٹیاں ہوں ان کے چودہ چودہ اور سات سات ہی نکلیں گے۔ اور اصل مسئلہ (۴۰ سے) آٹھواں $\frac{1}{8}$ بیوی کا نکال کر جس سے ضرب دی ہے یعنی آٹھ سے ایک کم کر کے سات سہام لڑکی کے اور اسکا دوگنا یعنی چودہ چودہ ہر لڑکے کے ہونگے کل پھر چالیس ہیں۔

وضاحت: قرآنِ کریم کے مطابق بیان کردہ حصوں میں شوہر کا اگر انتقال ہوجائے تو اس کی بیوی کا آٹھواں حصہ ہوتا ہے اور ہر لڑکے کا لڑکی کے حصے سے دوگنا ہوتا ہے۔ اس لئے مفتی صاحبؒ نے اس قاعدے میں یہ وضاحت کی ہے کہ جتنے لڑکے ہوں لڑکیوں کے مقابلہ میں ان کا حصہ ڈبل کرلیا جائے اور ان کے مجموعے کو بیوی کے حصہ سے ضرب دیجائے پھر جو مجموعہ حاصل ہو۔ اس میں سے بیٹے' بیٹیوں کا جو مجموعہ حصص تھا وہ بیوی کا ہوگا مثال مذکور میں ۴۰ میں سے پانچ بیوی کے ہونگے اور بیوی کا آٹھواں حصہ تھا تو اس سے ایک کم کر کے سات حصے یہ بیٹی کے ہوں گے اور اس کا دوگنا یعنی چودہ بیٹے کے ہوں گے مثال مذکور میں چونکہ ایک بیٹی ہے اس لئے اس کے سات اور

دو بیٹے ہیں ان کے چودہ چودہ ہوئے۔ ۱۲(خ)

دوسری مثال:

اگر میت ورثاء میں پانچ بیٹے پانچ بیٹیاں اور ایک بیوی چھوڑے تو تقسیم مذکورہ قاعدے کے مطابق حسب ذیل ہوگی۔ (۱۲خ)

زید ۱۲۰/۸

بیوی	بیٹا	بیٹا	بیٹا	بیٹا	بیٹا	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی	
۱۵	۱۴	۱۴	۱۴	۱۴	۱۴	۷	۷	۷	۷	۷	=۱۲۰

طریقہ تقسیم:

پانچ بیٹوں کے دس سہام پانچ بیٹیوں کے پانچ کل پندرہ سہام ہوئے بیوی کا آٹھواں حصہ ہے اس لئے ان پندرہ کو آٹھ سے ضرب دیں تو کل ایک سوبیس سہام ہوئے اولاد کے سہاموں کا مجموعہ تھا پندرہ۔ جو ایک سوبیس کا آٹھواں حصہ ہے وہ بیوی کا ہوگا اس کے نام کے نیچے لکھ دیجئے اور یہ آٹھواں حصہ نکال کر باقی میں آٹھ کے عدد سے ایک کم کر کے یعنی سات سات ہر بیٹی کے اور اس سے دوگنا یعنی چودہ چودہ ہر بیٹے کے ہوں گے اور سارا اصل مسئلہ کے برابر ہو کر صحیح ہوگی سب کا مجموعہ وہی اصل مسئلہ ایکسوبیس ۱۲۰ ہے۔

وضاحت: چونکہ شرعی قاعدہ کے مطابق اس صورت میں بیوی کا آٹھواں حصہ ہے مذکورہ مثال میں ۱۲۰ کا آٹھواں ۱۵ ہے جو بیوی کا حصہ ہے۔ اور سات سات بیٹیوں کے جن کا مجموعہ ۳۵ بنتا ہے اور بیٹیوں کے حصے سے دوگنا بیٹوں کا جس کا مجموعہ ۷۰ بنتا ہے۔

کل=۱۵+۳۵+۷۰=۱۲۰ (۱۲خ)

تیسری مثال:

اگر میت ورثاء میں ایک بیٹا پانچ بیٹیاں ایک بیوی چھوڑے تو تقسیم حسب ذیل طریقہ پر ہوگی۔ (۱۲خ)

$\frac{۵۶}{۸}$ زید

بیوی	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹا
۷	۷	۷	۷	۷	۷	۱۴=۵۶

بیٹے کے دو پانچ بیٹوں کے پانچ کل سات سہام ہوئے۔
بیوی کا آٹھواں حصہ $\frac{۱}{۸}$ تو جب مجموعہ سات کو آٹھ میں ضرب دیا تو کل چھپن سہام ہوگئے اور اولاد کے سہاموں کا مجموعہ سات ہے' جو چھپن کا آٹھواں حصہ ہے اس لئے بیوی کے نام کے نیچے سات لکھ دیجئے اور ضرب ۸ سے دی تھی اس سے ایک عدد کم کر کے سات بچا تو سات سات ہر بیٹی کے اور اس کا دوگنا یعنی چودہ بیٹے کا ہوگا سب کا مجموعہ چھپن ہے۔

وضاحت: پانچ بیٹیاں اور ایک بیٹا تھا تو قاعدہ مذکورہ کے مطابق ان کا مجموعہ سات بنتا ہے جس کو آٹھ سے ضرب دیا تو مجموعہ ۵۶ ہوا بیوی کا آٹھواں حصہ جو مجموعہ کے برابر ہے یعنی سات وہ دیا بیٹیوں کو ضرب دینے والے عدد ۸ سے ایک کم کر کے سات سات دیئے' بیٹے کو ان کے حصہ کا دوگنا دیا تقسیم اس طرح ہوگئی۔

بیوی	بیٹا	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی
۷	۱۴	۷	۷	۷	۷	۷

(۱۲خ)

چوتھی مثال:

اگر میت نے ورثاء میں صرف ایک بیٹا ایک بیٹی اور ایک بیوہ چھوڑی ہے تو تقسیم حسب ذیل ہوگی (۱۲خ)

زید

۲۴ / ۸

بیوی	بیٹا	بیٹی	
۳	۱۴	۷	= ۲۴

ایک بیٹے کے دو اور ایک بیٹی کا ایک کل ۳ ہوئے بیوی کا ۱/۸ کی وجہ سے آٹھ سے ضرب دی تو کل سہام ۲۴ ہوئے اولاد کے حصوں کے برابر ۳ جو آٹھواں حصہ ہوگا چوبیس کا وہ بیوی کے نام پر لکھئے اور آٹھ جس سے ضرب دی تھی اس سے ایک کم کر کے سات بیٹی کے نام پر اور اس سے دوگنا چودہ بیٹے کے نام پر مجموعہ چوبیس ۲۴ اصل مجموعہ کے برابر ہو کر صحیح ہوگا۔

وضاحت: ورثاء میں ایک بیٹا ایک بیٹی تھی قاعدے کے مطابق بیٹی کا ایک بیٹے کے دو بیوی کا آٹھواں 'بیٹی' بیٹے کے سہام کا مجموعہ تین تھا جو بیوی کا ہوا بیٹے کے چودہ بیٹی کے سات تقسیم اس طرح ہے۔

بیوی	بیٹا	بیٹی
۳	۱۴	۷ = ۲۴

وجہ یہ ہے کہ جب ۲۴ میں سے آٹھواں حصہ نکال لیا تو باقی ۲۱ بچے۔ للذکر مثل حظ الانثیین کی رو سے بیٹی کے سات اور بیٹے کے اسکا دوگنا یعنی ۱۴ ہے۔

(۱۲خ)

قاعدہ نمبر۲:

جب بیوی کا انتقال ہو اور ورثہ میں شوہر اور اولاد زندہ ہو تو اس وقت بھی ہر لڑکے کے دو سہام اور لڑکی کا ایک سہام کے حساب سے مجموعہ بنائیے۔ اور اس مجموعے کو خاوند کے حصہ میں جو کہ اولاد ہونے کی صورت میں چوتھا ۱/۴ ہوتا ہے اس کی مناسبت سے چار سے ضرب دیں مجموعہ اصل مسئلہ ہوگا اولاد کے سہاموں کا جو مجموعہ ہے وہ اصل مجموعہ کا ۱/۴ ہے اور یہی خاوند کا حصہ ہے اس کو خاوند کے نام کے نیچے لکھ دیجئے۔
۱/۴ کی مناسبت سے جو چار ۴ نکالے تھے ان میں سے ایک کم کر کے تین ۳ ہر بیٹی کے اور اس کا دوگنا یعنی چھ ۶ ہر بیٹے کا ہوگا۔ جتنی چاہے مثالیں بنا لیجئے یہی حاصل ہوگا یعنی ہر دفعہ اولاد چھ اور تین ہوگی۔

مثال:

۱۶ / ۸ زید

خاوند	بیٹا	بیٹی	بیٹی
۴	۶	۳	۳=۱۶

وضاحت: اگر بیوی کا انتقال ہو جائے اور اس کی اولاد بھی ہو تو شرعی طور پر چونکہ خاوند کا ترکہ میں حصہ ایک چوتھائی ۱/۴ ہوتا ہے اور لڑکی سے لڑکے کا حصہ دوگنا ہوتا ہے اس لئے ہر لڑکی کا ایک حصہ اور لڑکے کے دو حصہ شمار کر کے مجموعہ حصص کو چار میں ضرب دیں گے۔ کیونکہ شوہر کا چوتھائی ہے۔ اور مجموعہ حصص کا جو عدد ہوگا وہ شوہر کے حصے ہونگے اس لئے کہ یہی اصل میں مجموعے کا چوتھائی ہے۔ پھر جیسے بیوی کے آٹھویں حصہ میں سے

ایک کم کر کے بیٹی کا حصہ سات شمار ہوا تھا اسی طرح یہاں شوہر کے چوتھے حصے چار میں سے ایک کم کر کے تین تین بیٹی کے اور اس کا دوگنا یعنی چھ چھ بیٹے کے ہونگے چاہے جتنے لڑکے ہوں اور چاہے جتنی لڑکیاں ہوں۔ جیسا کہ مثالوں سے واضح ہے۔ (۱۲خ)

دوسری مثال: اگر کسی کے پانچ بیٹے پانچ بیٹیاں ہوں تو بیوی کے انتقال کی صورت میں اس کے ترکہ کی تقسیم اگر کوئی اور وارث نہ ہو اس طرح ہوگی۔ (۱۲خ)

ہندہ $\frac{۶۰}{۴}$

خاوند	بیٹا	بیٹا	بیٹا	بیٹا	بیٹا	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی	
۱۵	۶	۶	۶	۶	۶	۳	۳	۳	۳	۳	=۶۰

اولاد کے سہام پندرہ ہوئے خاوند $\frac{۱}{۴}$ کی نسبت سے اسے چار سے ضرب دیں گے تو ساٹھ ہوں گے۔ یہ اصل مسئلہ ہے اور اولاد کے سہام کا مجموعہ ۱۵ تھا وہ اصل مسئلہ ساٹھ ۶۰ کا $\frac{۱}{۴}$ ہے وہ خاوند کے نام کے نیچے لکھے اور $\frac{۱}{۴}$ کی نسبت سے جو چار سے ضرب دیا تھا اس سے ایک کم کر کے تین تین تو ہر لڑکی کا ہوا اور دوگنا چھ چھ ہر لڑکے کا مجموعہ ساٹھ ہے۔

تیسری مثال: اگر ایک بیٹا پانچ بیٹیاں اور شوہر وارث ہو تقسیم یوں ہوگی۔ (۱۲خ)

ہندہ $\frac{۲۸}{۴}$

خاوند	بیٹا	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی	
۷	۶	۳	۳	۳	۳	۳	=۲۸

اولاد کے سہام سات ہوئے سات کو چار سے ضرب دیں تو اٹھائیس ہوئے اور چار

ضرب والے سے ایک کم کریں تو تین باقی بچے ہر بیٹی کو تین اور ہر بیٹے کو اس کا دوگنا یعنی چھ دیدیں۔

چوتھی مثال: اگر ایک بیٹا ایک بیٹی اور خاوند وارث ہوں تو تقسیم یوں ہوگی۔ (۱۲خ)

ھندہ $\frac{۱۲}{۴}$

خاوند	بیٹا	بیٹی	
۳	۶	۳	=۱۲

اولاد کے سہام کا مجموعہ ۳ ہے خاوند کے $\frac{۱}{۴}$ کی مناسبت سے چار سے ضرب دیں تو بارہ ہو گئے یہ اصل مسئلہ ہے اور چار ضرب والے سے ایک کم کر کے تین رہے وہ بیٹی کا اور اس کا دوگنا یعنی چھ وہ بیٹے کا (اولاد کے سہام کا مجموعہ ۳ تھا وہ شوہر کا) کل ۱۲ سہام

قاعدہ نمبر ۳: مرد فوت ہوا صرف بیوی ہے اولاد نہیں ہے (مرد کے بہن بھائی ہیں) دو بھائی ایک بہن جن کے سہاموں کا مجموعہ پانچ مرد کے ربع کی اصل چار سے ضرب دیں تو بیس ہوئے جو اصل مسئلہ ہوگا۔ اب چار سے ایک کم کریں تین بچے یہ بہن کا اور اس کا دوگنا یعنی چھ چھ بھائیوں کا ہوگا بھائی بہنوں کے مجموعہ حصص پانچ بنتے تھے وہ بیوی کا ہوگا۔

زید $\frac{۲۰}{۴}$

بیوی	بھائی	بھائی	بہن	
۵	۶	۶	۳	=۲۰

وضاحت: شوہر اگر فوت ہو اور لاولد ہو تو بیوی کا حصہ چوتھائی ہوتا ہے اور اولاد میں لڑکوں کا لڑکیوں سے دوگنا ہوتا ہے اولاد تو ہے نہیں اسی اعتبار سے بھائیوں کو بہنوں سے دوگنا ملیگا۔ چنانچہ مذکورہ صورت میں ایک بہن کا ایک حصہ اور دو بھائیوں کے چار حصے کل پانچ ہوئے ان پانچ کو چار سے ضرب دیکر ۲۰ سہام بنائے۔ جن میں سے پانچ بیوی کے ہوئے اور چھ چھ بھائیوں کے تین بہن کے کل ۲۰ ہو گئے۔ (۱۲خ)

دوسری مثال: زید کا انتقال ہوا اس کے ورثہ میں پانچ بھائی پانچ بہن ایک بیوہ ہے تقسیم وارثت اس طرح ہے (۱۲خ)

$\frac{٦٠}{۴}$ زید

بیوی	بھائی	بھائی	بھائی	بھائی	بھائی	بہن	بہن	بہن	بہن	بہن
۱۵	٦	٦	٦	٦	٦	۳	۳	۳	۳	۳ = ٦٠

بہن بھائی کا مجموعہ پندرہ (جو کل کا ربع ہے بیوی کا ہے) کو ربع کے عدد چار سے ضرب دیکر ساٹھ اصل مسئلہ ہوا۔ چار سے ایک کم کر کے تین تین ہر بہن کا اور اس کا دوگنا چھ چھ ہر بھائی کا ہوگا۔

وضاحت: پانچ بھائی اور پانچ بہن ہونے کی صورت میں بھائیوں کا دوگنا ہونے کی وجہ سے کل ۱۵ حصے بنتے ہیں جن کو ۴ میں ضرب دینے سے ٦٠ حصے ہوئے ساٹھ کا چوتھائی پندرہ ہوتا ہے وہ بیوی کے ہوئے ۴ کے عدد میں ایک کم کیا تو تین کے حساب سے پانچ بہنوں کے پندرہ ہوئے۔ اور چھ کے حساب سے پانچ بھائیوں کے تیس ہوئے اس طرح مجموعہ ساٹھ ہو گئے۔ (۱۲خ)

تیسری مثال: زید کا انتقال ہوا ورثہ میں ایک بیوہ ایک بھائی پانچ بہن اولاد نہیں ہے تو وارثت اس طرح تقسیم ہوگی۔ (۱۲خ)

زید $\frac{۲۸}{۴}$

بیوی	بھائی	بہن	بہن	بہن	بہن	بہن	
۷	۶	۳	۳	۳	۳	۳	= ۲۸

بہن بہائی کا مجموعہ سہام سات اس کو ربع کے چار سے ضرب دیکر ۱۲۸ اصل مسئلہ ہوا چار سے ایک کم کر کے تین تین ہر بہن کو ۶ بھائی کو اور بہن بھائی کے مجموعہ سہام کے عدد کے مطابق سات بیوی کو۔

وضاحت: بہن بھائیوں کا مجموعہ سات بنتا ہے اس لئے کہ پانچ بہنیں ان کے پانچ حصے اور ایک بھائی اس کے دو حصے کل سات ہوئے اس کو چار سے ضرب دیا کل اٹھائیس ہوئے، بیوی کو سات حصے دئے بھائی کو چھ اور بہنوں کو تین تین کل پندرہ سب کا مجموعہ ۲۸ ہو گیا۔

چوتھی مثال: زید کا انتقال ہوا جو لاولد تھا اس کے ورثہ میں ایک بھائی ایک بہن ایک بیوہ ہے، تقسیم وراثت اس طرح ہے (۱۲خ)

زید $\frac{۱۲}{۴}$

بیوی	بھائی	بہن
۳	۶	۳

بھائی بہن کے سہام کا مجموعہ تین بیوی کے ربع کے عدد چار سے ضرب دیا تو بارہ اصل مسئلہ ہوا۔ مجموعہ جو تین تھا وہ بیوی کا ہوا چار سے ایک کم کر کے تین بہن کا اور اس کا دوگنا چھ بھائی کا۔

وضاحت: بہن کا ایک حصہ ہوگا تو بھائی کے دو ہونگے۔ دونوں کا مجموعہ تین ہوگیا تین کو چار میں ضرب دیا کل بارہ سہام ہوئے۔ بیوی کو تین دے جو کل کی چوتھائی ہے بہن کو تین بھائی کو چھ مجموعہ بارہ ہوگئے۔ (۱۲خ)

قاعدہ نمبر۴: اگر عورت لاولد ہو تو اس کے ترکے میں شوہر کا نصف ہوتا ہے اب اگر اس کے بہن بھائی ہیں تو ان کے حصص معلوم کرنے کے طریقہ یہ ہے کہ شوہر کا حصہ $\frac{۱}{۲}$ ہے تو اسکی بہن کا ایک اور بھائی کا اس کا دوگنا ہوگا۔ اس حساب سے ان کے سہام بنائے جائیں اور پھر ان کو دو ۲ سے ضرب دیجئے۔ مجموعہ سہام کا جو عدد ہوگا اتنے سہام شوہر کے ہوں گے۔ اور باقی میں ہر بہن کا ایک ایک اور ہر بھائی کے دو دو سہام ہوں گے جتنے بھی ہوں۔ مفتی صاحب نے اس کو مثال سے واضح کیا ہے۔ (۱۲خ)

مثال: بیوی فوت ہوئی لاولد

$\frac{۱۰}{۲}$ ھندہ

خاوند	بھائی	بھائی	بہن
۵	۲	۲	۱ = ۱۰

بھائی بہن کے سہام کا مجموعہ پانچ خاوند لاولد کے لئے نصف $\frac{۱}{۲}$ دو سے ضرب دیکر دس اصل مسئلہ ہے خاوند کے پانچ بہن کا ایک بھائیوں کے دو دو کل دس ہوئے۔

دوسری مثال: جب بیوی لاولد فوت ہوجائے اس کے ورثہ میں شوہر اور پانچ بھائی پانچ بہنیں ہوں تو ہر بہن کا ایک حصہ اور بھائی کا اسکا دوگنا یعنی دو حصے تو یہ کل پندرہ حصے ہوئے ان کو دو میں ضرب دیکر تیس سہام بنائے جائیں۔ بہن بھائی کے مجموعہ حصص یعنی پندرہ شوہر کے ہوں گے۔ ہر بھائی کے دو ہر بہن کا ایک ہوگا۔ (۱۲ خ)

ہندہ ۳۰/۲

خاوند	بھائی	بھائی	بھائی	بھائی	بھائی	بہن	بہن	بہن	بہن	بہن
۱۵	۲	۲	۲	۲	۲	۱	۱	۱	۱	۱

=۳۰

تیسری مثال: جب بیوی لاولد فوت ہوجائے اور اس کے ورثہ میں خاوند، ایک بھائی اور پانچ بہنیں ہوں تو بہن کا ایک حصہ اور بھائی کے دو حصے کے اعتبار سے پانچ بہنوں کے پانچ اور دو بھائی کے کل سات حصے ہوئے جن کو دو میں ضرب دیں گے کیونکہ بیوی کے لاولد ہونے کی صورت میں شوہر کا نصف ہوتا ہے اس لئے کل سہام چودہ ہوگئے بہن بھائیوں کے سہام کا مجموعہ سات تھا وہ شوہر کے ہوئے بھائی کے دو اور بہنوں کا ایک ایک ہوگا۔ (۱۲ خ)

ہندہ ۱۴/۲

خاوند	بھائی	بہن	بہن	بہن	بہن	بہن
۷	۲	۱	۱	۱	۱	۱

=۱۴

چوتھی مثال: جب عورت لاولد انتقال کر جائے اور اس کے ورثہ میں خاوند اور ایک

بھائی ایک بہن ہو۔تو بہن بھائی کے مجموعہ حصص کا عدد ۳ ہے شوہر کا حصہ چونکہ $\frac{۱}{۲}$ ہے اس لئے دو سے ضرب دیکر کل حصے چھ بن جائیں گے بہن بھائی کے مجموعہ کا عدد ۳ ہے اس لئے یہ تین تو شوہر کے ہوں گے۔اور بھائی کے دو بہن کا ایک ہوگا۔

ہندہ $\frac{۶}{۲}$

خاوند	بھائی	بہن	
۳	۲	۱	=۶

قاعدہ نمبر ۵: اگر ذوی الفروض میں سے ایک ہو۔

اگر میت کے ایک ذوی الفروض ہو اور اس کے اولا دلڑ کے لڑکیاں ہوں یا صرف ایک بیٹی اور کئی بہن بھائی' یا اولا دنہیں صرف بھائی ہوں ان کے مجموعی عدد (دو'دو لڑکوں کے ایک ایک لڑکی کا) جمع کر کے اس کو جبکہ فقط ایک ہی ذوی الفروض ہو اس کے سہام کے اصلی عدد میں ضرب دیکر مجموعہ کو اصل مسئلہ بنا ئینگے۔اور جتنے کو ضرب دیا ہے یعنی مجموعہ افراد اس کو ذوی الفروض کا سہام بنا ئینگے۔اور اس کے اصل عدد سے ایک کم کر کے ہر ہر لڑکی کا سہام اور دوگنا دوگنا ہر ہر لڑکے کا سہام ہوگا مجموعہ اصل مسئلہ کے برابر ہو کر صحیح ہوگا۔یہی ایک طریقہ سب میں کافی ہے۔

پہلی مثال:

زید مع اولاد $\frac{۴۰}{۸}$

زوجہ	بیٹا	بیٹا	بیٹی	
۵	۱۴	۱۴	۷	=۴۰

اولاد کا مجموعہ سہام پانچ ہوئے زوجہ ذوی الفروض میں ہے ثمن ($\frac{1}{8}$) اس کا حصہ تھا۔ اس کے اصل وصل عدد جو ۸ ہے سے ضرب دیکر چالیس اصل مسئلہ بنایا۔ مجموعہ اولاد کو ذوی الفروض کے اصل عدد ۸ میں ایک کم کر کے سات ہر ہر لڑکی کا اور دوگنا چودہ ہر ہر لڑکے کا ہوگا

وضاحت: زید کے فوت ہونے کی صورت میں جبکہ اس کے بیٹی ایک ہے اس کا ایک حصہ اور دو بیٹوں کے چار حصے اس طرح کل حصہ پانچ ہوئے۔ بیوی کا آٹھواں حصہ ہے اس سے ضرب دیکر چالیس بنائے۔ مجموعہ اولاد کے حصوں کا عدد پانچ ہے وہ بیوی کا ہے جو چالیس کا آٹھواں حصہ ہے۔ بیٹی کو سات ملینگے اور بیٹوں کو اس کا ڈبل چودہ چودہ مجموعہ سب کا ۴۰ ہوگا۔ (۱۲ خ)

دوسری مثال:

ہندہ مع اولاد ۲۰ / ۴

خاوند	بیٹا	بیٹا	بیٹی	
۵	۶	۶	۳	= ۲۰

اولاد کا مجموعہ سہام پانچ ہے خاوند کا ربع ($\frac{1}{4}$) تھا مجموعہ اولاد کے پانچ کو ذوی الفروض کا حصہ بنایا پھر ذوی الفروض کے اصل عدد چار سے ایک کم کر کے تین بیٹی کے اور اس کا دوگنا چھ چھ ہر ہر بیٹے کے۔

وضاحت: ہندہ کے فوت ہونے کی صورت میں جبکہ اس کے ورثاء میں بیٹے بیٹی اور شوہر ہو تو تقسیم اس طرح ہوگی کہ اولاد ہونے کی صورت میں شوہر کا حصہ ($\frac{1}{4}$) ہوتا ہے اس لئے لڑکی کا ایک اور دو لڑکوں کے چار حصے ہوئے جن کا مجموعہ پانچ ہے جس کو شوہر کے حصہ چار میں ضرب دیکر بیس اصل مسئلہ بنایا اولاد کا مجموعہ پانچ تھا وہ شوہر کا

ہوا جو بیس کا چوتھا حصہ ہے اور بیٹی کے تین جو شوہر کے حصہ عدد سے ایک کم ہے۔ اور بیٹوں کا اسکا دوگنا یعنی چھ چھ ہوگیا۔ سب کا مجموعہ بیس ہو کر تقسیم صحیح ہوئی۔ (۱۲خ)

تیسری مثال:

زید لاولد ۲۰/۴

زوجہ	بھائی	بھائی	بہن	
۵	۶	۶	۳	=۲۰

زوجہ کا (۱/۴) سے مجموعہ سہامات افراد پانچ ضرب دیکر بیس کو اصل مسئلہ بنایا، پانچ مجموعہ افراد زوجہ کا حصہ قرار دیا پھر چار سے ایک کم تین بہن کا حصہ اور اس کا دوگنا چھ چھ بھائیوں کا۔

وضاحت: زید کا انتقال ہوا جو کہ لاولد تھا اس صورت میں اس کی بیوی کا حصہ چوتھا ہوتا ہے۔ ورثہ میں ایک بیوہ دو بھائی ایک بہن ہے۔ دو بھائیوں کے چار حصے اور ایک بہن کا مجموعہ پانچ ہوئے جن کو زوجہ کے حصہ چار میں ضرب دیکر بیس اصل مسئلہ بنایا۔ بیوہ کو پانچ دئے جو بیس کا چوتھائی ہے۔ بہن کو چار میں سے ایک کم کر کے تین دئے اور بھائیوں کو چھ چھ دیکر کل بیس ہو گئے۔

چوتھی مثال:

ھندہ لاولد ۱۰/۴

خاوند	بھائی	بھائی	بہن	
۵	۲	۲	۱	=۱۰

خاوند کے نصف ($\frac{1}{2}$) کے دو سے مجموعہ سہام افرد کو دو سے ضرب دیکر دس اصل مسئلہ بنایا اور مجموعہ افراد کو ذوی الفروض کا سہام بنایا اور ذوی الفروض اور اس کے حصہ ($\frac{1}{2}$) سے ایک کم کر کے ایک لڑکی کا اور دو۔ دو بھائیوں کے حصہ قرار دئے۔

وضاحت: جب زوجہ لاولد کا انتقال ہو تو وراثت میں شوہر کا حصہ نصف ہوتا ہے۔ مذکورہ مثال میں ورثاء میں دو بھائی ایک بہن اور ایک شوہر ہے۔ بھائی بہنوں کے مجموعہ افراد پانچ بنتے ہیں جن کو دو میں ضرب دینے سے دس اصل مسئلہ بنا۔ جن میں سے پانچ شوہر کو ملے جو نصف ہے۔ ایک کم کر کے ایک بہن کو اور اس کا دوگنا دو، دو دونوں بھائیوں کو اگر بہن بھائیوں کی تعداد زیادہ ہو تب بھی طریقہ تقسیم یہی رہیگا۔ جسکی مثال حسب ذیل ہے:

$\frac{18}{2}$ ھندہ لاولد

خاوند	بھائی	بھائی	بہن	بہن	بہن	
۹	۲	۲	۱	۱	۱	=۱۸

مزید مثال:

$\frac{30}{2}$ ھندہ لاولد

خاوند	بھائی	بھائی	بھائی	بھائی	بہن	بہن	بہن	بہن	بہن	
۱۵	۲	۲	۲	۲	۱	۱	۱	۱	۱	=۳۰

اسی طرح جتنے چاہے افراد کم زیادہ ہوں سب اسی طریقہ سے حصے معلوم کئے جا سکتے ہیں۔

(۱۲خ)

پانچویں مثال:

			۱۰/۲	زید بلا زوجہ
بیٹی	بھائی	بھائی	بہن	
۵	۲	۲	۱	=۱۰

الیضاً

وضاحت: اگر ورثہ میں ذوی الفروض میں سے صرف بیٹی ہو۔ بیٹا نہ ہو، بیوی بھی نہ ہو اور بھائی بہن ہوں تو چونکہ اس صورت میں بیٹی کا حصہ ترکہ میں نصف ہوتا ہے اس لئے مذکورہ بالا قاعدہ کے مطابق ہی بھائیوں کے دو دو اور بہن کا ایک شمار کر کے دو سے ضرب دیں گے جو کہ مجموعہ پانچ کا دوگنا دس اصل مسئلہ بن جائے گا اور مجموعہ افراد پانچ یہ حصہ بیٹی کا ہوگا جو کل کا نصف ہے ($\frac{1}{2}$) بیٹی کا ایک کم کر کے ایک ہوگا اور بھائیوں کا اس کا ڈبل یعنی دو دو دیئے جائیں گے۔ مجموعہ دس ہو کر تقسیم درست ہوگی۔ (۱۲خ)

چھٹی مثال:

			۱۰/۲	ھندہ بلا زوج
بیٹی	بھائی	بھائی	بہن	
۵	۲	۲	۱	=۱۰

الیضاً

وضاحت: اگر میت کے ورثاء میں صرف ایک بیٹی ہو اور بیٹا نہ ہو تو اس کو نصف ملے گا۔ اس مثال میں ($\frac{1}{2}$) بیٹی کا ہے دو بھائی ایک بہن ہے اس لئے ایک بہن کا ہوگا اور اس کا دوگنا یعنی دو۲ دو۲ ہر بھائی کا کل پانچ ہوئے جس کو دو میں ضرب دیکر اصل مسئلہ

دس بنایا۔ بہن بھائی کے حصص کا مجموعہ پانچ ہے وہ بیٹی کو دیا جو کل کا نصف ہے اور ایک بہن کو اور دو ۲ دو ۲ بھائیوں کو۔ جتنے بھی بھائی بہن ہوں یہی طریقہ تقسیم ہوگا۔

مزید مثال:

۱۸
۲ ہندہ بلا زوج

بیٹی	بھائی	بھائی	بھائی	بہن	بہن	بہن
۹	۲	۲	۲	۱	۱	۱=۱۸

قاعدہ نمبر ۶: مع ذوی الفروض دو بیک نوع

اور اگر میت کے ذوی الفروض دو ہوں اور دونوں یکساں حصہ کے ہوں اور پھر بیٹے بیٹیاں ہوں۔

یا اولاد صرف ایک بیٹی ہو اور بھائی بہن کئی عصبہ ہوں تو مجموعہ حصہ افراد کو دوگنا کر کے اصل حصہ ہر دو ذوی الفروض سے ضرب دیں گے اور حاصل ضرب کو اصل مسئلہ (مقسم) قرار دینگے۔ اور مجموعہ افراد کو نصف ونصف کر کے دونوں ذوی الفروض کے نیچے لکھ دیں گے ذوی الفروض سے دو دو کم کر کے (یہ مجموعہ) بیٹی کو دیں گے اور اس کا دوگنا دوگنا ہر ہر بیٹے کو۔

مثال:

۳۰
۶ ھندہ بلا زوج

ماں	باپ	بیٹا	بیٹا	بیٹی
۵	۵	۸	۸	۴ = ۳۰

وضاحت: ماں باپ کا شرعی حصہ یکساں ہے یعنی ہر ایک کے لئے ایک بٹہ چھ $\frac{1}{6}$ $\frac{1}{6}$ ہے مثال مذکور میں میت کے ورثاء میں دو بیٹے ایک بیٹی علاوہ ماں باپ کے ہے جن کا مجموعہ حصص پانچ بنتا ہے۔ دو دو بیٹوں کے ایک بیٹی کا اس کا دوگنا دس ہے بیان کردہ اصول کے مطابق دس کو چھ سے جو ماں باپ کے سہام کا اصل مسئلہ ہے ضرب دیں گے تو حاصل ضرب ساٹھ ہوگا اس کا نصف تیس اصل مسئلہ بنائینگے اور مجموعہ افراد عصبہ جو پانچ ہے اس کو ہر دو ذوی الفروض یعنی ماں باپ کے نیچے لکھا گیا ہے کیونکہ یہی ۳۰ کا ($\frac{1}{6}$) ہے اور ذوی الفروض کے حصہ مذکورہ میں سے دو دو لیں گے تو اس کا مجموعہ چار ہوگا جو بیٹی کو دیا گیا ہے۔ اور چار کا دوگنا آٹھ ہے وہ ہر بیٹے کا حصہ ہے اس طرح پانچ پانچ ماں باپ کے آٹھ آٹھ بیٹوں کے اور چار بیٹی کے کل کا مجموعہ تیس ہو کر حساب درست ہوگا اسی طرح جتنی چاہیں مثالیں بنائی جاسکتی ہیں۔ (۱۲خ)

مثلاً:

$\frac{۵۴}{۲}$ ہندہ بلا زوج

ماں	باپ	بیٹا	بیٹا	بیٹی	بیٹی	بیٹی	
۹	۹	۸	۸	۸	۴	۴	۴ =۵۴

مثلاً:

$\frac{۶۶}{۶}$ ہندہ بلا زوج

ماں	باپ	بیٹا	بیٹا	بیٹا	بیٹا	بیٹا	بیٹی	
۱۱	۱۱	۸	۸	۸	۸	۸	۴	=۶۶

مثلاً:

هندہ بلا زوج — $\frac{۴۲}{۶}$

ماں	باپ	بیٹا	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی	
۷	۷	۸	۴	۴	۴	۴	۴	=۴۲

جب دو۲ ذوی الفروض ہوں تو اسی قاعدہ کے مطابق حصص نکال لئے جائیں یہ جو مثالیں ذکر کی گئی ہیں وہ اسی صورت میں ہیں کہ ذوی الفروض دو ہیں اور کئی بیٹے بیٹیاں ہیں۔ اب چند مثال مذکورہ قاعدے کے مطابق اس صورت کی دی جاتی ہیں جبکہ ذوی الفروض دو ہوں اور صرف بیٹی ہو بیٹا نہ ہو البتہ بھائی بہن ہوں۔ تو تقسیم کس طرح ہوگی۔

هندہ بلا زوج — $\frac{۱۸}{۶}$

ماں	اخیافی بھائی	عینی بھائی	عینی بہن	
۳	۳	۸	۴	=۱۸

دوسری مثال:

هندہ بلا زوج — $\frac{۵۴}{۶}$

ماں	اخیافی بھائی	عینی بھائی	عینی بھائی	عینی بھائی	عینی بہن	عینی بہن	عینی بہن
۹	۹	۸	۸	۸	۴	۴	۴

جب میت کے باپ دادا موجود نہ ہوں اور بیٹا بیٹی پوتا پوتی نہ ہو اور اخیافی بھائی (جو صرف ماں، شریک ہے باپ دونوں کا جدا ہے) ہو تو اس وقت وہ ذوی الفروض میں

داخل ہے اور اس کا چھٹا حصہ ہے۔ مذکورہ دونوں مثالوں میں میت کے چونکہ بیٹا بیٹی نہیں ہے اس لئے اخیافی بھائی ذوی الفروض میں سے ہے جو چھٹے حصہ کا حامل ہوگا اب دو ذوی الفروض ہو گئے ایک ماں اور ایک اخیافی بھائی۔ ان سے جو بچے گا وہ عینی بھائی بہنوں کو مل جائیگا کہ وہ عصبات میں موجود ہیں۔ للذکر مثل حظ الانثین کے اصول کے مطابق ہر بہن کے حصہ سے ہر بھائی کا دوگنا ہوگا چنانچہ پہلی مثال کی وضاحت یہ ہے کہ بہن کا ایک بھائی کے دو حصے دونوں کا مجموعہ تین ہے۔ اس کو ڈبل کر کے ۶ بنایا، پھر ماں اور اخیافی بھائی کا حصہ چونکہ چھ چھ ہے اس کو چھ سے ضرب دی تو کل چھتیس سہام بنے جس کے نصف اٹھارہ ہوتے ہیں ان کو اصل مسئلہ بنایا۔ عینی بہن بھائیوں کے مجموعہ تین کو دونوں ذوی الفروض ماں اور اخیافی بھائی کے نیچے تین تین لکھدیا، اور پھر ان کے حصہ میں سے دو دو لیکر جمع کر کے ۴ عینی بہن کو اور اس کا دوگنا یعنی آٹھ عینی بھائی کو دیا تو تقسیم صحیح ہو کر اٹھارہ مکمل ہوا۔ اسی طرح دوسری مثال میں کر لیجئے۔ (۱۲ خ)

مفتی صاحب قدس سرہ کے تحریر فرمودہ مندرجہ بالا قواعد ہی احقر کو ملے تھے جو لکھدیے گئے ہیں اگر آئندہ کسی اور جگہ کوئی تحریر مفتی صاحب کی اس سے متعلق ملی تو وہ شامل کر دی جائیگی۔ لعل اللہ یحدث بعد ذلک امراء۔

فقط خلیل احمد تھانوی

۱۴ صفر ۱۴۲۴ھ

Designed: Abdul Nasir Jamal Chitral